سلسلۂ منتخب کشمیری منظومات نمبر ۳

شمس فقیر

مؤلفہ و مصنفہ

پروفیسر شمس الدین احمد

کلچرل اکادمی
جموں و کشمیر

باراول، ۱۹۵۹ء

تعداد، ایک ہزار

قیمت، ۵عہ

مطبوعہ، جید پریس بلیماران دہلی

فہرست:-

تعارف، ۵
تبصرہ، ۱۲
نمونۂ کلام، ۱۸

2

4

Title [redacted]

Author [redacted]

Accession No. [redacted]

Call No. [redacted]

Borrower's No.	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

تعارف

سری نگر میں جنکرال نام کا ایک محلہ ہے شمس صاحب اسی محلہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا اسم گرامی محمد صدیق بٹ تھا۔ آپ کے والد شالبافی[2] کا کام کرتے تھے ایک بھائی اور ایک ہمشیرہ بھی تھیں۔ چھوٹے بھائی کا نام غلام محمد بٹ تھا اور وہ سری نگر میں ہی تا دم حیات مقیم رہے۔ شمس صاحب ۱۲۵۹ھ (مطابق ۱۸۴۳ء)[1] میں پیدا ہوئے۔ آپ کے بچپن کے حالات زیادہ معلوم نہیں البتہ یہ بات قرین قیاس ہے کہ آپ کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا۔ آپ نے مکتب میں تعلیم حاصل نہ کی لیکن اخلاقی تعلیم آپ نے اپنے والدین سے حاصل کی۔ گھر کا ماحول زاہدانہ تھا اس لئے آپ شروع سے ہی مذہبی احکام کے پابند رہے۔ دس بارہ سال کی عمر میں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو شالبافی کے ایک کارخانہ[3] میں بھیج دیا۔ کارخانہ میں داخل ہو کر شمس صاحب ایک مختلف ماحول میں آگئے۔ یہاں چھوٹے بڑے پیر و جوان بھی موجود تھے۔ لوگوں کو مذہبی معاملات شریعت و طریقت کے تذکرے سننے سے زیادہ دلچسپی

---

[1] شمس صاحب کی تاریخ وفات ۱۳۲۲ھ ہے اور یہ تاریخ اُن کی صاحبزادی کے فرزند غلام محی الدین صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ اخوند حبیب اللہ نے (جنھوں نے شمس صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی) خود یہ تاریخ اپنے پاس محفوظ رکھی تھی اور اس کی نقل غلام محی الدین صاحب کے پاس موجود ہے۔

[2] شالباف کشمیری میں کھنڈواؤ کے نام سے مشہور ہیں جو اب بھی اپنی سادہ طرز معاشرت پرہیزگاری اور خدا ترسی کی وجہ سے مشہور ہیں۔

[3] کئی معتبر بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ شمس صاحب زینہ دار محلہ میں شالبافی کے ایک مشہور کارخانہ میں کام کرتے تھے اور یہ کارخانہ کسی صاحب کی ملکیت تھی جو پمہ کے عرف سے مشہور تھے۔

تھی۔ اس کارخانہ میں بھی اکثر و بیشتر شریعت و طریقت اور انبیاء و اولیائے کرام کے حالات کا تذکرہ ہوتا تھا۔ شمس صاحب کی طبیعت فطری طور پر ان چیزوں کی طرف راغب تھی۔ اسی کارخانہ میں مشہور و معروف بزرگ نعمہ صاحب بھی شالبافی کا کام کرتے تھے اس وقت آپ عمر رسیدہ تھے چونکہ مؤخر الذکر بھی جنکرال محلہ[۴] میں سکونت پذیر تھے اس لئے ظاہر ہے کہ شمس صاحب کو اپنا عزیز سمجھتے ہوں گے اور جب شمس صاحب میں ذوق و شوق بڑھتا دیکھا ہوگا تو شمس صاحب سے آپ کو خاص دلچسپی پیدا ہوئی ہوگی۔ شمس صاحب کے شعور کی تعمیر کے لئے یہ مخصوص ماحول سنگِ بنیاد تھا۔ وہ نعمہ صاحب کے مرشد طریقت سوچھ صاحب[۵] ملیا کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ تشنگی پھر بھی بڑھتی جا رہی تھی یہ حقیقت ہے کہ سری نگر میں یا سری نگر سے باہر کشمیر بھر میں جتنے مشہور و معروف بزرگ موجود تھے آپ ان کی تربیت میں رہ کر فیض یاب ہوتے رہے۔ ان بزرگ صاحب دل اصحاب میں اہم ہیں برزلہ کے عبد الرحمان صاحب، کلاپہ آنلہ کے عتیق اللہ صاحب، گلاب باغ (حضرت بل) کے محمد جمال الدین صاحب اور سری نگر کے رسول صاحب المعروف "ملکہ ژر"۔ برزلہ کے عبد الرحمان صاحب ایک نامی قلندر تھے اور آپ سری نگر کے محلہ جنکرال میں ایک کمہار کے گھر میں اکثر قیام فرماتے چنانچہ دیدری نامی ایک کمہارن سے آپ کا نکاح ہوا تھا۔ شمس صاحب کو ان سے انتہائی عقیدت تھی چنانچہ جب تک آپ بقید حیات

---

[۴] نعمہ صاحب کے پڑپوتے محمد سلطان شیخ دوکاندار محلہ آغا حمام چہ کدل نے بیان کیا کہ نعمہ صاحب اور شمس صاحب کے مکانات ایک دوسرے کے بالکل ساتھ تھے چنانچہ ان دونوں بزرگوں کا آپس میں ان کے والدین کی وساطت سے رشتہ بھی تھا۔ آپ نے اپنے والد صاحب سے سنا ہے کہ یہ دونوں ہمعصر تھے اور جس کارخانہ میں شمس صاحب کام کرتے تھے وہاں نعمہ صاحب بھی ایک بزرگ و عمر رسیدہ صاحب دل شالبافی کا کام کرتے تھے۔

[۵] سوچھ صاحب ملیا ترہ غلی محلہ میں مدفون ہیں۔

رہے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ محمد جمال الدین نے چار سال تک آپ کو اسرار و رموز الٰہی سے آگاہ کیا۔ جب آپ رسول صاحب ہاکہ ژر کی خدمت میں پہونچے اور کئی سال تک ان کی تربیت میں رہے تو آپ کا سینہ آتشکدہ بن گیا جس کے شعلے بھڑکتے ہی رہے۔ ان کے بعد شمس صاحب کمال الدین صاحب کی خدمت میں پہونچے۔ آپ اڑہ کدل (موضع واہتھور تحصیل بڈگام) میں سکونت پذیر تھے۔ آپ سلسلہ کروی سے وابستہ تھے اور حضرت شیخ العالم نور الدین ریشی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ریاضت و عبادت الٰہی کے سلسلے میں جنگلوں میں بسر کیا تھا[۱]۔ صاحب کرامات تھے۔ شمس صاحب کو آپ نے باطنی رموز کی تربیت دی لیکن شمس صاحب سیر نہ ہوئے ایک نشہ چھا چکا تھا جو اترنے کا نام نہ لیتا تھا۔ طبیعت میں اضطراب اور بے قراری پیدا ہوئی۔ ان کی قابلیت استعداد اور تشنگی سے مرعوب ہو کر جناب کمال الدین صاحب نے آپ کو بقیہ تربیت کے لئے امرتسر کے ایک مشہور مجذوب قلندر[۲] کے پاس بھیج دیا۔ شمس صاحب کی عمر اس وقت چوبیس ۲۴ یا پچیس ۲۵ سال سے زیادہ نہ تھی۔ آپ ۸۵-۱۲۸۳ھ (۶۶-۱۸۶۸ء) میں امرتسر پہنچے اور مذکورہ صاحب حال مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے بدن پر ایک قمیض تھی۔ بال

---

[۱] جناب کمال الدین صاحب کے بارے میں خواجہ بدر الدین صاحب نے (برادر منور شاہ دکاندار بنڈ سری نگر) ساکن محلہ قرہ فل محلہ جو شمس صاحب کے برادر طریقت تھے اور جنہیں وفات پائے تین سال کا عرصہ گذر چکا ہے بیان کیا تھا کہ جناب کمال الدین صاحب اور بہت عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ فرط ریاضت کی وجہ سے انتہائی ضعیف ہو چکے تھے اور ایک انگریز سیاح آپ کو واہتھور سے چند میل دور ایک جنگل سے اپنے ساتھ واہتھور لے آیا تھا۔ اکثر و بیشتر آپ پر جذبہ حال طاری رہتا تھا۔

[۲] آپ کا اسم گرامی معلوم نہیں۔ سوز منو صاحب نے بیان کیا کہ شمس صاحب نے اپنے اس مرشد کامل کا نام کبھی ظاہر نہ کیا البتہ ان کے کمالات روحانی کا کبھی کبھی تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

پریشان اور میلے، پاؤں ننگے۔ ایک عجیب عالم تھا۔ امرتسر کی گلیوں میں دیوانہ وار پھرتے رہتے۔ طالبان حق کی ایک بڑی جماعت آپ کے پیچھے ہوتی۔ شمس صاحب نے آپ کو دیکھتے ہی گویا وہ دولت پائی جس کی تلاش میں آپ سرگرداں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ سال تک شمس صاحب در حبیب پر جبہ سائی کرتے رہے پھر کہیں جا کر اُن کی اُمید بر آئی۔

کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد شمس صاحب سری نگر لوٹے۔ اسلام آباد میں مسمّی عزیز بٹ پشمینہ فروش کے ہاں قیام کیا۔ خواجہ عزیز بٹ صاحب کی ایک فرشتہ صفت اور حسین وجمیل دختر عائشہ سے آپ کا نکاح ہوا۔ اسلام آباد سے اپنے آبائی گھر واقع چنکرال محلہ پہنچے۔ آپ اپنی رفیقۂ حیات کو گھر پر چھوڑ کر چند مہینوں کے لئے غار نشین رہنے کے لئے مناسب جگہ کی تلاش میں نکلے۔ آپ کی اہلیہ ایک نیک صفت خاتون ہونے کے علاوہ چند گھریلو دستکاریوں میں ماہر تھیں۔ جراب اور پشمینہ سازی سے خوب واقف تھیں اور اس طرح وہ خود گھر بیٹھ کر اپنا معاش اپنے لئے مہیا کر سکتی تھیں۔ شمس صاحب چھ ماہ تک قاضی باغ میں غار نشین رہے (قاضی باغ داموودر کریوہ کے دامن میں واقع ہے اور سری نگر سے کوئی دس گیارہ میل دور ہے) موضع بڈگام کے ایک عقیدت مند مسمّی غلام گورو غار نشینی کے عرصہ میں خادم کے فرائض انجام دیتے رہے۔ غار نشینی کے دوران میں ہی آپ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی اور وادی بھر کے صوفی حلقوں میں آپ کا چرچا ہو گیا۔ مستقل بود و باش کے لئے آپ نے خود ایسی جگہ کا انتخاب کیا جو آپ کی طبیعت کے موافق تھی۔

(گلشی پورہ یا کرشی پورہ (تحصیل بڈگام) سری نگر سے تقریباً اٹھارہ میل دور) شمس

صاحب کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں خدا نے عطا کیں۔ چھوٹی لڑکی کا صغر سنی میں ہی انتقال ہوا۔ بڑے فرزند کا نام عبدالغنی اور چھوٹے کا نام نورالدین تھا۔ آپ کی بیٹی کا نام فاطمہ تھا۔ فاطمہ کا نکاح آپ نے اپنی زندگی میں کیا۔ شمس صاحب کے بڑے فرزند جناب عبدالغنی صاحب ایک متشرع پابندِ صوم و صلوٰۃ اور ایک پرہیز گار آدمی تھے۔ آپ ایک ہمسایہ کے ہاتھوں شہید ہوئے اور اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔

شمس صاحب کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال کی ہو چکی تھی، انہوں نے کئی بار اپنے مریدوں سے کہا تھا کہ اب یہ سنّت بھی پوری ہو جائے چنانچہ اسی عمر میں آپ کا انتقال ہوا وفات سے ایک دن قبل سر میں درد محسوس ہوا اور دوسرے دن جمعہ کی صبح کو سنہ ۱۹۰۴ء (سنہ ۱۳۲۲ھ مطابق سنہ ۱۹۶۰ بکرمی) کے ایام بہار میں آپ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ وفات سے کچھ دیر قبل یہ اشعار زبان پر جاری تھے ؎

(مکہ اور مدینہ کے دونوں روضوں کے دروازے کھل گئے ہیں، آؤ سہیلی، محبوب کی تعریف میں گیت گاتے چلیں۔ شمس فقیر کو کوچ کا پروانہ مل چکا اور حضور سرکار کی طرف سے احکام بھی جاری ہو گئے (تعمیل احکام میں) مال، جان اور تن چھوڑ کر جا رہا ہے۔ آؤ سہیلی! محبوب کی تعریف میں گیت گاتے ہیں)

شمس صاحب اپنے مکان کے صحن کے بالائی حصہ میں مدفون ہیں۔ آپ کا قد میانہ تھا۔ چیچک کے ہلکے داغ بھی چہرے پر تھے جو نمایاں نہ تھے۔ بہار میں لمبا کشمیری پھرن اور جاڑے میں کشمیری پٹو سے بنا ہوا پھرن (جسے کشمیری میں "ٹُمل"

کہتے ہیں) پہنتے تھے۔ کھلا پاجامہ جو ٹخنوں سے اوپر رہتا تھا اور سر پہ ایک بڑی پگڑی۔ پاؤں میں بھی کشمیری چپل یا جوتا ہوتا، ہر قسم کی آرائش سے بے نیاز تھے اگر چپل یا جوتا ناقابل استعمال ہوجاتا تو گھاس کا بنا ہوا چپل (جسے کشمیری میں "پُلہور" کہتے ہیں) پہنتے۔ فقر آپ کا شعار تھا۔ آپ فرماتے ہیں :۔

(اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ[1] پر ناز کیوں نہ ہو جاؤں اس لئے کہ وَالْفَقْرُ مِنِّی[2]

(حدیث نبویؐ) اس پر گواہ ہے۔ فقر پر فخر کرنے والا ہی بلند مقامات تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اور میں بھی شراب معرفت پیتا رہتا ہوں۔ شمس فقیر کی تعریف کیا ہے۔ فقیر کو حیات جاودانی حاصل ہوجاتی ہے۔ ہمارے پیغمبرؐ نے فقیر کی یہی تعریف فرمائی ہے اور میں بھی شراب معرفت پیتا رہتا ہوں)

شمس صاحب کے مُریدوں اور خلیفوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔ آج بھی آپ کے عقیدتمندوں کی ایک بڑی تعداد وادی کے مختلف علاقوں میں موجود ہے۔ آپ زیادہ تر سری نگر میں ہی قیام فرماتے تھے لیکن دوسرے علاقوں میں بھی کچھ وقت گزارتے تھے۔ بڈگام تحصیل میں آپ حیدرپورہ گاؤں میں احمد ڈار کے یہاں ٹھہرتے ؛

شمس صاحب کے کلام کا بیشتر حصہ نایاب ہے۔ آپ کے کلام کو دو حصّوں میں شائع کیا گیا ہے۔ جلد اوّل میں اٹھائیس غزلیں اور جلد دوم میں بتیس غزلیں ہیں۔ ان دونوں جلدوں کے اشعار کی کل تعداد ۱۰۸۲ ہے۔ شمس صاحب کا بیشتر

---

[1] مجھے فقر اختیار کرنے کا فخر حاصل ہے ؛ (حدیث نبویؐ)
[2] میں سراپا فقیر ہوں ؛ (حدیث نبویؐ)

کلام اہل ذوق حضرات کے سینوں میں محفوظ ہے۔ موضع کرشی پورہ میں اسد میر نامی ایک صاحبِ ذوق بزرگ نے شمس صاحب کا بیشتر کلام از بر کر لیا تھا لیکن افسوس ہے کہ یہ نادر الوجود ہستی دو سال ہوئے سپردِ خاک ہو چکی ہے۔ سونہ بٹو صاحب کے بیان کے مطابق شمس صاحب کا کلام اُن کی زندگی میں دو بیاضوں (قلمی) میں مرتب ہو چکا تھا۔ ایک بیاض میں اُن کی سنسکرت آمیز غزلیں تھیں دوسری میں کشمیری غزلیں۔ یہ دونوں بیاض شمس صاحب کی وفات کے بعد بھی ان کے گھر کرشی پورہ میں موجود تھیں۔ ان دونوں بیاض کی ایک نقل جناب احمد ڈار صاحب کے پاس بھی موجود تھی۔ شمس صاحب کی وفات کے بعد کسی صاحبِ ذوق برہمن نے سنسکرت آمیز غزلیات کی بیاض ڈھائی سو روپے میں خرید لی اور بارہمولہ علاقہ کے کسی ذیلدار صاحب نے کشمیری غزلوں کی بیاض پانچ سو روپے میں خریدی۔ احمد ڈار کے پاس جو نقل موجود تھی اُس کا کچھ پتہ نہیں۔[1]

شمس صاحب کے ہمعصر صوفی شعراء میں وہاب کھار، احمد بٹواری، واذہ محمود اور محمود سراج کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ وہاب کھار شمس صاحب سے کئی بار ملے ہیں۔[2] کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہاب کھار نے اپنی ایک غزل اُنہیں سُنائی جس کا مطلع تھا۔

---

[1] جناب احمد ڈار صاحب کے خلیفہ جناب غلام محمد بٹ صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ نسخہ ڈار صاحب مرحوم کے علاقہ کنڈلس میں رہنے والے کسی صاحب نے ڈار صاحب سے عاریتاً لے لیا تھا جو کبھی واپس نہ ملا۔ بٹ صاحب کو یقین ہے کہ یہ بیش قیمت نسخہ شاہ آباد ڈورو میں کسی صاحب کے پاس موجود ہے۔

[2] محمود واذہ آری گام نے جو صوفی حلقوں میں جا کر گاتا تھا بیان کیا کہ وہاب کھار اور شمس صاحب اکثر ملتے رہتے۔ اول الذکر کرشی پورہ جا کر اُن سے کئی بار ملے۔ آری گام میں بھی ان دونوں حضرات کی ملاقات ہوئی تھی۔

شمس فقیر
رنگہ زُور ے سَتھ ڈآنگی شَوبان   تولہ ساریوَاَزدَ لو میٖہمان

(رنگین شمعدان پر سات چراغ جلملا رہے ہیں۔ اے محبوب! آج تو مہمان بن کر آ)
آپ نے فرمایا "بھائی رنگین شمعدان کوئی اچھی چیز نہیں۔ رنگ اُتر جایا کرتا ہے۔ یوں کہتے تو زیادہ اچھا رہتا۔" "لولہٕ زُور ے سَتھ ڈآنگی شوبان"
(عشق کے شمعدان پر سات چراغ جلملا رہے ہیں)

تبصرہ

شمس صاحب کا کلام عرفان الٰہی کے اسرار و رموز کا آئینہ دار ہے آپ نے ایک ایسے مقام پر رسائی پائی تھی جہاں عقل انسانی کا گزر ممکن نہیں کیونکہ مقام عشق مقام عقل سے مختلف ہے۔ فرماتے ہیں:۔
(تمام نفسانی خواہشات کا قلع قمع کرو اور کشف و کرامات کو چھپاؤ۔ اس طرح تم بادشاہ بن کر قابل آدمی بن جاؤ گے۔ اے محبوب! میں تمہیں دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں)

آپ پاکیزگیٔ قلب کے لئے نفس کُشی کو ایک اہم اور بنیادی چیز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔
(نفس کی لاکھوں خواہشیں ہیں ان کو کچل ڈال اور دم بدم خبردار رہ)
اسی طرح آپ ریاضت و مجاہدۂ نفس کی سختی کو اختیار کئے جانے کے متعلق فرماتے ہیں:۔
(خود اپنا خونِ جگر پینے سے مجھ پر اسرارِ الٰہی عیاں ہو سکتے ہیں۔ دروازے بند کر کے سارا بدن پسینہ میں شرابور ہے۔ محبوب کس قدر لاپرواہ ہے)

تصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس کے حاصل ہوجانے کے بعد شمس صاحب کے سامنے طریقت کی شاہراہ روشن ہوجاتی ہے اور وہ اس حقیقت سے واقف ہوجاتے ہیں کہ ریاضت و مجاہدہ کی منزل تو خود احساس و وجود کی منزل ہے صرف ذوق و وجدان کے تحت ہی اس راستہ میں سفر ممکن ہے۔ کہتے ہیں :۔

① (میں نے تفکر کا رشتہ (دھاگا) قایم کیا تھا لیکن میری ہزاروں اذکار رائیگاں ہوگئیں۔ تب سے میں حیرت کے سمندر میں پڑا ہوا ہوں)

② (ترکِ وجود کی منزل میں ذکر و اذکار مٹ گئے۔ ہر لمحہ خبردار رہا کرو)

③ (اے زاہد اگر تو رات دن مالا پھیرتا رہتا ہے تو یہ سب بیکار ہے۔ مالا پھیرنے میں مصروف رہ کر تو تم موتی گنوا دیتے ہو اور نقلی موتیوں کی حفاظت کرتے ہو، گھنگرو کھول کر نغمہ کہاں ؟)

اس منزل میں داخل ہو کر عاشق کی آزمائشیں شروع ہوجاتی ہیں۔ وہ سختیاں برداشت کرتا ہے، مصائب جھیلتا ہے۔ نفسِ امّارہ کی کشمکش میں مُبتلا ہوجاتا ہے۔ اس کے باوجود وہ ذوق و وجدان کی روشنی میں آگے بڑھتا رہتا ہے۔ ان سختیوں کی شدت ملاحظہ ہو :۔

① (میرے جگر کا ہر ٹکڑا کباب ہو گیا اور میں حیران و پریشان ہو کر پا بہ کباب ہوں؛ میں خود اپنے کا خون شراب کی نسبت سے پیتا رہا اور حیران و پریشان ہو کر پا بہ کباب ہوں

② موتی کے ایک دانے میں جھیل ڈل اور اخروٹ میں جھیل ولر سما نے چاہئیں تب کہیں ذاتِ لا نہایت دل میں سما سکتی ہے۔ ایک لئے ان سختیوں کو جھیلنے کے بعد ہی خدا کی ذاتِ واحد کو پہچان سکتا ہے)

(۳) ظلمت و تاریکی میں ہی سنگِ خارا توڑنے، اژدہا کے منہ سے ہیرا نکال لینے چراغ میں خود اپنا خون تیل کی مانند جلانے اور خود اپنے ہی تن بدن کا گوشت کھانے سے ایک رِندِ خدا کی ذاتِ واحد کو پہچان سکتا ہے)

لیکن ان صبر آزما منزلوں پر سالک کے لئے مرشدِ طریقت کی رہبری ہی روشنی کا مینار ثابت ہوتی ہے اور ظلمت تاریکی کے یہ مقامات صرف مرشدِ طریقت کے دامن کو پکڑ کر اس کے پیچھے چلنے سے ہی عبور کئے جاسکتے ہیں۔ مرشدِ طریقت کی رہنمائی کے بغیر سالک کی یہ "تاریکیاں" چھٹ نہیں سکتیں۔ فرماتے ہیں:۔

(۱) (دریائے محیط کا شور تو سنتے ہو لیکن راستے کی واقفیت کے بغیر اسے عبور نہیں کر سکتے۔ رہبر کے ساتھ ساتھ چل۔ اُس ذاتِ حق کی منزل تو اس دریا کے پرے ہے)

(۲) اسرارِ الٰہی سے واقف مرشدِ طریقت نے مجھے خدا تعالیٰ کے اسرار سے واقف کر کے نورِ جمالِ الٰہی دکھایا اور میں ہر جگہ دیدارِ الٰہی کا مشاہدہ کر رہا ہوں)

(۳) ایک رند خود اپنے نفسانی خواہشات کی دیواریں توڑ کر مردوں کو زندہ کر سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی مرد (رہبر) کے قدموں پر سر جھکائے)

(۴) (ترکِ وجود کی منزل کو عبور کرنے سے سالک کے قلب پر تجلیٔ ذات کا پرتو پڑ جاتا ہے)

(۵) ذات و صفاتِ الٰہی ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور خاص الخاص ذات ہر جگہ عیاں ہے۔ غور سے دیکھو تو وہ ذات ہر ذرہ میں آشکار ہے)

شمس صاحب کے نزدیک غافل کی نفسانی خواہشات ایک دیوار بن کر اسے اندھا بنا دیتی ہیں اور جب تک نفسِ شوم کو درمیان سے ہٹایا نہ جائے تصفیۂ قلب کی تحصیل نہیں ہو سکتی۔ فرماتے ہیں:-

(اندھے کو عرفان کی اُمید کہاں، اسے نہ تو سورج کی پہچان ہے اور نہ چاند کی۔ گونگے، بہرے اور بے سامان لوگ کس کام کے، وہاں تو جمال ذات کا مشاہدہ کرنے کے لئے باطنی آنکھیں چاہئیں)

شمس صاحب یقین اور اُمید کے ساتھ آگے بڑھ کر جمال الٰہی کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ محض تصفیۂ باطن اور صفائے قلب کی وجہ سے پرتو نور کے مشاہدہ پر قانع نہیں رہتے بلکہ ذات الٰہی کے قریب جا کر بے پردہ مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے وہ ترکِ احساس وجود کو بھی ترک کرتے ہیں یعنی احساس وجود کو فنا کر کے اس بات کا بھی خیال نہیں کہ احساس وجود فنا ہو چکا ہے۔ چنانچہ شمس صاحب ذات کا اس طرح مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان کی (باطنی) آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور جس طرح آفتاب کو دیکھنے سے ہماری آنکھوں کے سامنے کچھ دیر کے لئے تاریکی چھا جاتی ہے اسی طرح جمال ذات کا قریب سے مشاہدہ شمس صاحب کے سامنے تاریکی پھیلا دیتا ہے اور دراصل یہ سیاہی اور تاریکی نور ذات کی شدت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:-

{تاریکی میں ہی آب حیات کا چشمہ پایا اور سیاہ نور دراصل نور ذات ہے۔ اسی کو سوادُ الوجہ کہتے ہیں۔ اے محبوب! مجھے اپنا جمال دکھا}

ساتویں صدی ہجری کے مشہور عارف محمود شبستری بھی فرماتے ہیں:۔

سیاہی گر بدانی نور ذاتست (۱) بتاریکی درون آب حیاتست

چو مبصر با بصر نزدیک گردد (۲) بصر ز ادراک او تاریک گردد

یعنی جب کوئی چیز ہماری نظر کے سامنے ہوتی ہے تو شدت قربت سے آنکھوں میں سیاہی آجاتی ہے اگر تو سمجھے تو یہی سیاہی نور ذات ہے۔ اور اسی تاریکی میں آب حیات کا چشمہ موجود ہے۔

شمس صاحب تجلّیٔ ذات میں مٹ جانا چاہتے ہیں لیکن تماشائی کی حیثیت سے نہیں بلکہ "خود تجلّی" بن کر تجلّی کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ شمس صاحب کا یہ احساس انہیں کئی دیگر صوفی اور صاحب دل شعراء سے ممیّز کرتا ہے۔ شمس صاحب کی شاعری کی عظمت میں پوشیدہ ہے۔ وہ شہود {مشاہدہ نور ذات} کے احساس سے نہیں بلکہ نظروں کو قدم بنا کر اور سر کو پاؤں بنا کر بے خودی کے عالم میں فرطِ عشق میں بے اختیار ہو کر ایک غیبی کشش کی وساطت سے آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ فنا الفنا کے مرحلے میں داخل ہو کر شمس صاحب "اپنی ذات" کو مٹا کر جمال ذاتِ الٰہی میں کھو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں:۔

{محبوب نے کہا طریا[۱]، سوشف[۲]، سین[۳] اور ذاگرتی[۴] سے پہچان پیدا کر والے شمسؔ فقیر! اب یہی غم کھا}

---

[۱] طریا۔ عالم لاہوت جو کہ عالمِ ذات ہے۔ [۲] سوشف۔ عالمِ جبروت جو کہ عالم خواب ہے لیکن با آرام۔ [۳] عالم سکوت (عالمِ خواب)
[۴] جاگرت۔ عالم ناسوت (عالمِ بیداری)

{اے عاشق! برزخ سے شناخت پیدا کر کیونکہ زاہد اس سے بے خبر ہے
عارفوں کا مقام تو جبروت ہے۔ کام زیو محبوب تو لباس میں نمایاں ہے}
{رند فنا ہونے کا پیغام لائے ہیں اور خود فنا ہو کر دنیا میں زندہ ہیں۔
اور لاہوت کے مقام پر وصل یار سے متصل ہوئے}
مقام محمود پر پہنچ کر بھی خود اپنی ہی ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔
{مقام محمود پر پہنچکر خود اپنی ذات کا سجدہ کرکے بود و نابود کا تماشا کر حق
کے ساتھ جس کا وصل ہو چکا اس کا ثمرہ لاہوت ہے}
وہ زندہ مر جانے کو بقا کا دیباچہ سمجھتے ہیں۔
{شمس فقیر علانیہ کہتا ہے کہ وہی آدمی دریائے عشق کی گہرائیوں میں اتر
سکتا ہے جو زندہ مر جائے۔ جسم کو مٹی سمجھ کر اسے فنا کر دے}
{زندہ ہی مر جانا چاہیئے پھر اے رند! ذاتِ واحد کی شناخت ہو سکتی ہے}
شمس صاحب کا کلام تصوف سے بھرا ہوا ہے۔ آپ کا سینہ عشق الٰہی کی وجہ
سے آتش کدہ بن چکا تھا۔ آپ کی شاعرانہ زبان میں غضب کا زور اور جوش ہے
حسن محبوب کے بیان میں جذبات نگاری اور واقعہ نگاری ہے۔ سادگی اور روانی
چند مخصوص غزلوں میں بہت زیادہ ہے۔ الفاظ کی در و نسبت میں جہاں کہیں اظہار
بیان میں مشکل پیش آتی ہے وہاں اکثر و بیشتر فارسی اور سنسکرت الفاظ استعمال
کرتے ہیں اور خوبی بیان کا ذائقہ نہیں بدلتا۔ بعض اشعار میں تو خالص کشمیری الفاظ
میں تصوف کا بیان ہے۔ زبان کی فصاحت میں فارسی الفاظ سے بہت کام لیا ہے
اور سنسکرت و ہندی الفاظ چند اشعار میں اسطرح سموئے ہیں جس طرح نگینوں میں موتی۔

شمس فقیرو دون ... ... (handwritten margin note)

غزل

دِمہ دمہ ہر دمہ کل چھم چاپی دمہ بیتی پاچہ گیتم حنیسی

(١) دم یلیر رو ٹم دمادار پیدس دمہ بیتی انجھر آم لال

خوبا پنہ اندرے شبانہ ووٹم ذکرِ زبان کر بیسی

(٢) ژونہ دو اطرفن گرہ دو پھیر کھیس شیشو حرفن حال

ذکرِ یک ضربہ نیشہ فکرہ چھ نہ بیٹھان ذکرِ دو ضربہ ریچھا

(٣) ذکرِ سہ ضربہ بیتی صیقل چھ سپدان ذکرِ چار ضرب پہ کمال

ذکرِ انفاس نیشہ من میہ شاد گوم ذکرِ حبسِ نفس چھوے لیبی

(٤) ذکرِ قرضِ دائیم قائم سپدم دزنتھ پیتم سارِی خیال

ذکرِ حجازہ نیشہ سجادہ کو رمس، مجازہ لو ممس دوہ بیی

(٥) ذکرِ خفی، نفی سپدم شش جہت گیشم پامال

غزل

دمبدم مجھے تمہاری فکر لگی رہتی ہے۔ دم ہی کی بدولت مجھ میں حواس پیدا ہوئے

(۱) جب میں دم پر قابض ہوا تو میں نے ہیرے پا لئے ٭

رات محبوب نے مجھے کہا کر زبان کی ذکر کو ترک کر ٭

(۲) اور چھ کے چھ حروف پر عمل کر کے اپنے ہی کعبہ کے ارد گرد طواف کر ٭

ذکر دو ضرب کی مٹھاس کی بدولت ذکر یک ضرب تفکر میں عشق پیدا کرتی ہے ٭

(۳) ذکر سہ ضرب کی بدولت جلا پیدا ہوتی ہے اور ذکر چار ضرب تو باکمال ضرب ہے ٭

ذکر انفاس کی بدولت میرے دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ جس نفس نے تو مجھے نچوڑ ڈالا

(۴) اور جب میں نے ذکر فرض دائم کو اختیار کیا تو سارے خیالات جلکر خاکستر ہو گئے

ذکر حجاز کو اختیار کر کے میں سجدے میں گر پڑا اور ذکر مجاز کی بدولت میں نے دوئی کی

(۵) دیواریں گرا دیں اور ذکر خفی سے ہر چیز کی نفی ہو گئی اور میں چھ اطراف پر قابض ہو گیا

شمس فقیر

ذکرِ ہفتندر بندو نشہ شہپر پادہ گیم ذکرِ جہر کرِ گتسی

۶ ذکرِ سر تالہ نشہ سر تلہ سون گوم دون عالمن تجم ژھال

ذکرِ ازہ نشہ برہ شر دینہ آم ناکلہ گوم تھس شھسی

۷ الفہ بہتن قلقف شر دینہ آم زلفس مشر وچھم خال

ذکرِ اذکارہ نشہ اسرار گوزم تن من کن تھاوی ہسی

۸ گیرد تہ تتہ شانہ شیر تجی آسان نور چھینہ داماں شال

ذکرِ سر تیغہ نشہ مرہ مرہ ژولم زہ تجہ مار نم دیسی

۹ ذکرِ سر تن ہیتو درین سپدم ہمہ چھم ناٹلی نال

ذکرِ ہندارس عشقہ دربارس درشن دارہ تل چھو ہسی

۱۰ درشن رایو مایو وولہس وائن چھہ ذکرِ انتقال

فکرہ تہ ذکرِ دل وسوسہ ژولم تار لوگم دری یاوسی

۱۱ ذکرِ نظر گذر سپدم ادہ وچھ مے بے زوال۔

عقل یکن تہ شکل ترام ہم راوہس تتہ عالمسی

۱۲ شمس فقیر جمع سپدِ تتہ لچھہ یدس وانسہ اکھ مثال

ذکر جہر کے رگڑ کی وجہ سے ذکر ہفت در بند نے مجھ میں شمشیر پیدا کی۔

(۶) ذکر ہر تال کی بدولت تانبا کُندن بن گیا اور میں دو عالم کو طے کر گیا

ذکر آرہ کی بدولت مجھ پر تمام دروازے کھل گئے اور کنڈیوں کے ملنے کی آواز سنائی دی

(۷) محبت سے تمام قفل کھل گئے اور میں نے زُلف میں خال کا مشاہدہ کیا۔

ذکر اذکار کے نتیجے میں میں نے اسرارِ الٰہی دل و جان کے کانوں سے سُنے

(۸) یہ تو شیروں کا مقام ہے جہاں گیدڑ پہونچ نہیں سکتے۔

ذکر سرِ تیغ کی بدولت موت کا خوف جاتا رہا اور محبوب نے مجھ پر تیروں کی بوچھاڑ کی

(۹) ذکر سرتن کو اختیار کر کے میرا قلب آئینہ کی مانند بن گیا اور محبوب مجھ میں جلوہ گر ہوا

ذکر ہندار کی بدولت میں نے عشق کے دربار میں رسائی پائی

(۱۰) اور مشاہدۂ جمال کے ہجوم سے ذکر انتقال اختیار کیا۔

فکر اور ذکر دل سے میری گھبراہٹ دور ہو گئی اور میں دریا کو عبور کر گیا

(۱۱) اب جو ذکر نظر سے گذرا ہوا تو اُس ذاتِ بے زوال کو عیاں دیکھا۔

شکل و صورت اور عقل و رفتار کو ترک کر کے میں اُس دنیا میں گم ہوا

(۱۲) شمس فقیر نے مقام جمع پر پہنچکر دیکھا کہ لاکھوں برس کی عبادت محض ایک منزل ہے۔

غزل

(۱) فرض دائم کرتن سرے — تمہ گڑھت چھچہ تہنڈ گھرے

(۲) یئن تہ گڑھن موموشرے — تمہ گڑھت چھچہ تہنڈ گھرے

(۳) پڑھو سبق لبکھ نفع — شیر سپد کھ اہل صفا

(۴) اڑہ دپیے آچھہ گاشرے — تمہ گڑھت چھچہ تہنڈ گھرے

(۵) اتہ نو کنتس پتیو روزقائم — کیاہ چھچہ فرض تہ کیاہ گو دائم

(۶) معنہ کیاہ زانیے خبرے — تمہ گڑھت چھچہ تہنڈ گھرے

(۷) رحم کرہ وون چھچہ پانے راحم — آتھہ موکر فرض دائم

(۸) اللہ ہو چھوی اکی وڈے — تمہ گڑھت چھچہ تہنڈ گھرے

(۹) ریمہ بمبس مشر چھوی ندا — سیر پنہاں لبک تہ جدا

(۱۰) اِی چھچہ بیرون تی اندرے — تمہ گڑھت چھچہ تہنڈ گھرے

(۱۱) یس اورے کڑی ندا — اول آخر شوی چھوی بنیا

(۱۲) اتھ مینا ہیتھ ساغرے — تمہ گڑھت چھچو تہنڈ گھرے

(۱۳) بوزتہ دپایہ محیطک شور — بیے نو ترکھ اپور

(۱۴) وسیتو سیٹھن یلن راہبرے — تمہ گڑھت چھچو تہنڈ گھرے

غزل

(۱) اے آدمی! ذکر اللہ کی پہچان پیدا کر وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے
(۲) اس ذکر کی آمد و رفت کے تسلسل کو نہ بھول۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے
(۳) اس سبق کو پڑھ اس میں یہ فائدہ ہے کہ تم اہلِ دل میں شمار کئے جاؤ گے۔
(۴) اور تم صاحب بصر کہلاؤ گے۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے
(۵) اس نکتہ کو سمجھ کر فرض کسے کہتے ہیں اور دائم کس چیز کا نام ہے
(۶) نادان اس بات کو کیا جانتا ہے۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے
(۷) وہ ذاتِ رحیم ہے پس تو فرضِ دائم پر قائم رہ۔
(۸) "اللہ ہو" کا تانا بانا ہی سب کچھ ہے۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے
(۹) تمہارا مقصود زیر و بم ہے اور وہ اس سے جدا نہیں۔
(۱۰) ظاہر و باطن میں کوئی تفاوت نہیں۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے
(۱۱) وہی آدمی بینا ہے جیسے وہ اُدھر ہی سے پکارے۔
(۱۲) اسی کی طرف جام و مینا ڈھلائے جاتے ہیں۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے
(۱۳) دریائے محیط کا شور سُن مگر راستہ جانے بغیر اسے عبور نہیں کر سکتے ہو۔
(۱۴) جا اور کسی رہبر کا دامن تھام۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۱۵) کیاہ چھُو حیات کیاہ چھُوی ممات — کتھ چیزِس ناوٗ کیاہ بو ذات

(۱۶) چھُس نہ جسم نہ جوہرے — تمہ گژھِتھ چھُو تہند گھرے

(۱۷) تراو وجود و شہود پتھر — تسرہ گژھی تہند گنبر

(۱۸) شمس فقیرہ دم کھاورے — تمہ گژھِتھ چھُہ تہند گھرے

غزل

لا الٰہ اِلّا اللہ یسرہ زری کرتَن نفی اِثبات تے

(۱) لے کر کھے زلی دِل آئینس سپد کھ بینادار

ژُنار ژالتن شریعت پالتن شرارت تراوِتھ کھ عُرقے

(۲) حق شناس سپد کھ شکتن او برونٹھ پکھ باوہ نے سرِ اسرار

علم الیقین نشہ کلمہ تحقیق گوم وعدہ پیوم یاد تتھ شیئے

(۳) اَلستُ بِربکم توپہ دوٗ پنم قالو بلیٰ یقرار

فنا فی الشیخ نشہ گو ناہ موسی پنیم شاد دوم حمدیے

(۴) منع سپدم سر فاش کرنس پیری چھُو مالکِ کار

مقامِ ناسوت یاقوت لوٗ جم لنچھ کر سوچھ منزلیے

(۵) لچھ نارہ صاحبو لچھ گنڈ وہ تھرے ناو تم نیدِ انوار

(۱۵) حیات اور ممات کی تعریف کیا کی جائے اور کس چیز کو ذات کہکر پکارا جائے

(۱۶) اُس کا نہ تو جسم ہے اور نہ ہی روح۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۱۷) وجُود اور شہُود ترک کر تب کہیں تم اس کی وحدانیت تک رسائی پاؤ گے۔

(۱۸) اے حبس نفس کرنے والے وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

غزل

(۱) اے آدمی! لاالٰہ کی نفی اور الا اللہ کے اثبات کی پہچان کر۔
اس کو اپنا تاکہ تمہارے آئینۂ قلب سے زنگ دُور ہو جائے۔

(۲) زنّار جلا کر شریعت پر کاربند رہ اور نفرت و دوئی دل سے نکال
شکوک و شبہات کو چھوڑ کر حق شناس بن تمہیں اسرارِ الٰہی تک رسائی ہوگی

(۳) علم الیقین کی منزل پر پہنچ کر مجھے کلمے کی حقیقت معلوم ہو گئی
اُدھر سے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی آواز آئی اور اِدھر سے قالوا بلیٰ کا اقرار ہُوا

(۴) فنا فی الشیخ کے مقام پر پہنچکر میرے سارے گناہ دُھل گئے اور میں حمد و ثنا میں مصروف ہُوا
اسرارِ الٰہی کو فاش کرنے سے مجھے منع کیا گیا مُرشد طریقت تو حقیقی مالک ہے

(۵) ناسوت کے مقام پر پہنچکر میں نے وہ یاقوت پایا جو حفاظت کرنے سے ہاتھ میں رہ سکتا ہے،
اے لاکھوں نام والے محبوب! آ کہ میں نے تیرے لئے مسند بچھائی ہے۔

٦ ترکِ دُنیا کر دُنیا دارو بتیا دگیٔہ چھوہ لئے
طمعَ چھوی سماہ سوہ نبرِتھ کر جمع الکہ د ماہ گنڈ تس نار

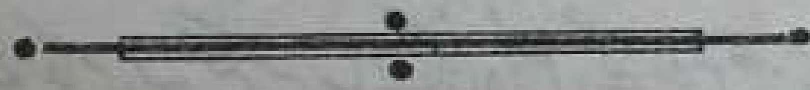
٧ طریقت نِشہ دہ دکُ ہَر چیُوم بَر تل سر تڑ دوے
فرض مونَم قائِیم زونُم دائِمیس کیاہ چھوی شمار

٨ عِلمُ الیقین نِشہِ نین یِڑ زاگوِم غین غفلت وسی پٔیے
یتِر حیکہ عُمِ نِپہ تہ پڑ ھ سیتو واقی ونڑِہ سِے منگینِخ دیار

٩ فنا فی الرّسُولُ نِشہ تنا سوہ خِنتہ پیُوم آ نا دُونِم بیکے
فنا قد مونکِن دوِ یہم ہیکِن گڑِھ سُوی بار۔

١٠ مقامِ ملکوت مَلک ڈِیتھِم مُعلق دَر آر زوگیے
مَل میٔہ کو سَم تہ سُوی تَنِہ او سُم پانس نِش رِی گار

١١ ترکِ عُقبیٰ اُیس کرِہ ابند آ فرد اسُوی خاصیے
یمہ دِچ الکہ چھوی شمس فقیرِہ انتہا مرداہ بوزِہ اشارہ



اے دُنیا پرست! دُنیاوی خواہشات کو ترک کر۔ یہ بڑی سُست بُنیاد ہے

(۶) نفسانی خواہشات سے واویلا کے بغیر اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ اِن پر لات مار

طریقت کی منزل پر پہنچکر میں نے معرفت کا دودھ پیا اور معبود حقیقی کی چوکھٹ پر سر رکھدیا

(۷) میں ذکرِ حق پر قائم رہا لیکن ذکرِ ہُو تو اُس سے بھی لانہایہ ہے۔

عین الیقین کے مقام پر پہنچکر میری آنکھیں چمک اُٹھیں اور غفلت کی غین گر پڑی

(۸) ذاتِ حق چاہے تو سالک کو یقین کے سہارے اس منزل پر پہنچا دے گی

فنا فی الرسول کے مقام پر پہنچکر میرا وجود خاکستر ہو گیا اور مجھے "اَنا" کا خوف لاحق ہونے لگا

(۹) مجھے فنا سے آگے بڑھنے کو کہا گیا۔ اس بوجھ کو برداشت کرنا بڑی بات ہے

مقامِ ملکوت پر پہنچکر میں نے فرشتوں کو مُعلّق دیکھا جو دیدارِ الٰہی کی آرزو میں منتظر تھے

(۱۰) حجابوں کو دُور کیا تو وہاں بھی وہی ذاتِ حق پائی اپنے من میں یہ حقیقت دیکھ لے

جو ترکِ عُقبیٰ سے اپنا سفر شروع کرے کل وہی خاصوں میں شمار ہو گا۔

(۱۱) اے شمس فقیر! انتہا کی منزل بھی ایک پردہ ہے۔ صاحبدل ہی اس اسرار کو پا سکتا ہے



غزل

۱ روزِ گنڈِتھ شروٕنؠ مےٚ بوزم | روٕ نہٕ مُشرِتھ شروٕنؠ کوٚت گوم
۲ روز شہس پیتِ چھےٚ پننہٕ گوم | روٕ نہٕ مُشرِتھ شروٕنؠ کوٚت گوم
۳ ہا زاہدو کیاہ چھک زٕہ کران | رات دۄہ گوے تسبیح پھران
۴ سوختہ راوِی قوطس چھِنت زوم | روٕ نہٕ مُشرِتھ شروٕنؠ کوٚت گوم
۵ چنگ رباب زنگلہٕ چھُہٕ وزان | آندرہٕ گریزان تیبرہ چھہ بوزان
۶ تتہٕ پٔرن تہٕ کرٕن وسیٖ پیٚوم | روٕ نہٕ مُشرِتھ شروٕنؠ کوٚت گوم
۷ آژو اندر ہاہس تہٕ ہوٗہاہس | نادِہ مُنز چھُکھ حضرت نوٗحس ع
۸ عالمِ آب رٕوحن تہٕ ڈیشام | روٕ نہٕ مُشرِتھ شروٕنؠ کوٚت گوم
۹ آفتاب بےٚ مقدارِہ تلےٚ | شک تہٕ شُبہٕ رودُم نہٕ گُلےٚ
۱۰ لانہایتہٕ ظہور چھاوِلیوم | روٕ نہٕ مُشرِتھ شروٕنؠ کوٚت گوم
۱۱ ہیرہ بعد نہٕ بٔنہٕ مےٚ گوٚرُم لا | ہیچ ہیچس منز چھُوی اِلّا اللہ
۱۲ کینہہ نہٕ کیاہ تام راوٕن تہٕ راویوم | روٕ نہٕ مُشرِتھ شروٕنؠ کوٚت گوم
۱۳ ذرٕہ ذرٕہ تہٕ کن چھُوی تیلتھ | گِرٕتہٕ گاشس سیتھٕ چھُوی میلتھ
۱۴ زونہٕ گنڈان خوٗنِ جگر چیوٚم | روٕ نہٕ مُشرِتھ شروٕنؠ کوٚت گوم

غزل

(۱) گھنگرو باندھ کے تو میں اُنکی آواز سنتا تھا لیکن گھنگرو کھول کے وہ آواز کہاں گئی؟

(۲) سانس کی اُتار چڑھاؤ کے ساتھ مصروف رہ۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی

(۳) اے زاہد! آخر یہ دن رات کی مالا جپنے سے کیا حاصل؟

(۴) اصلی موتیوں کو گنوا کر تم نقلی موتیوں کے پیچھے پڑے ہو۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(۵) چنگ و رباب کی بُلند آواز اندر سے باہر بھی سُنی جاتی ہے۔

(۶) لیکن وہاں میری یہ ساری ریاضت و عمل رائیگاں ہو گئی۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(۷) اپنی سانس کی اُتار چڑھاؤ کو سمجھ تاکہ خود کو حضرت نوحؑ کی کشتی میں پائے

(۸) میری روح نے عالمِ آب کو دیکھا۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(۹) اُس آفتاب بیکراں کے قریب پہنچکر میرے تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے

(۱۰) میں نے لاانتہا کی منزل میں جلالِ ذات کا مشاہدہ کیا گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(۱۱) جب ہر پستی و بلند کی میں نے نفی کی تو اس نفی میں بھی اثباتِ ذاتِ حق تھا۔

(۱۲) مجھے تو ناحق کوئی شئے گم ہوتے لگی تھی۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(۱۳) وہ ہر ایک ذرّے میں ہویدا ہے۔ تاریکی روشنی سے بغلگیر ہے۔

(۱۴) چاندنی میں کھیل کود کے لئے مجھے خونِ جگر پینا پڑا۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(۱۵) تو رو ٹیپی نہ دم یا عدم بیت   تتر گرنز تے شمارس گیم لت

(۱۶) شمس فقیرن معرفت چیوم   ۱۹۵ نہ مُشر رتھ شرقہ ژ شرقہ ژ کوٹ گوم

غزل

(۱) کس ونہ میہ چیو عشقن شراب   مستانہ مس گوس درخراب

(۲) گوشہ جگر سوخت نقش آب   مستانہ مس گوس درخراب.

(۳) بارِ امانت بار ہیتُم   چھا تکرار اقرار دِ تُم

(۴) بندگوس تنے چھس در قلاب   مستانہ مس گوس درخراب

(۵) کینشرن پیمش عشقی تیر   کینہہ وعظ خان چھی بے خبر

(۶) پیرن کھست پری پری کتاب   مستانہ مس گوس درخراب

(۷) اوّن کیاہ زانی زگ نہ پروان   اَنس کتیو آسن بیٖنُ

(۸) نکے تھینکان میٖر تہ وچھ نواب   مستانہ مس گوس درخراب

(۹) زنس نتی یا ٹھی چھوی نہ کار   کُلس چھلس کم گُفتار

(۱۰) زرس مرس نو چھوی حساب   مستانہ مس گوس درخراب

(۱۱) مَنْ کَانَ ھٰذِہٖ چھوی گواہ   مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی

(۱۲) اَنس نہ دیدار ڈیشہ خواب   مستانہ مس گوس درخراب

(۱۵) بارگاہِ قربِ الٰہی میں دُم یا علم کی گنجائش کہاں؟ وہاں اذکار کا شکار تک بے معنی ہے

(۱۶) اسجگہ پہنچکر شمس فقیر نے معرفت کا جام پیا اور بس۔ گھنگروں کی آواز کہاں گئی ؟

غزل

(۱) کسے سناؤں کہ میں عشق کی شراب پی کر مئے خانے میں مدہوش پڑا ہوں۔

(۲) اس پانی نے تو میرے دل و جگر میں آگ لگا دی۔ میں تو مئے خانے میں مدہوش پڑا ہوں

(۳) میں نے امانت کا بوجھ اُٹھایا وہاں تکرار کی کیا گنجائش ہو سکتی تھی ؟

(۴) تب ہی سے زنجیر میں جکڑا پڑا ہوں۔ میں تو مئے خانے میں مدہوش پڑا ہوں

(۵) کچھ لوگ تو تیغِ عشق کی ضرب سہہ رہے ہیں۔ اور کچھ نادان واعظ

(۶) منبروں پر کتابیں پڑھتے جاتے ہیں۔ میں تو مئے خانے میں مدہوش پڑا ہوں

(۷) اندھے کو نور و ظلمت کی پہچان کہاں؟ اُس کی تو روشنی ہی نہیں۔

(۸) ناحق کہہ رہا ہے کہ میں نے جمالِ الٰہی دیکھا۔ میں تو مئے خانے میں مدہوش پڑا ہوں

(۹) اپاہج کام کیا کرے ؟ گونگا گفتگو کیسے کرے ؟

(۱۰) بے حس جسم سے حساب کیا ؟ میں تو مئے خانے میں مدہوش پڑا ہوں

(۱۱) "مَن کانَ ھٰذِہٖ" اور "مَا زَاغَ البَصَرُ" گواہ ہے کہ

(۱۲) اندھے کو دیدارِ الٰہی میسر نہیں ہو سکتا۔ میں تو مئے خانے میں مدہوش پڑا ہوں

(۱۳) گُندٕم نما چھُوی جَو فروش — مۄت گوٚہ سُوی یَینہٕ آسہِ ہوش؟

(۱۴) تارِہ گوس بارٕ چھُم لہو ولعب — مستانہ مس گوس درخراب

(۱۵) شمس فقیرن وۄن نینر — گس زانہٕ دُری یاوُک سنیر

(۱۶) مَرزنہٕ سَرٕہ کرٕ کُنُت شُراب — مستانہ مس گوس درخراب

غزل

(۱) ذاتس صفاتس چھے رِیلہ وَن — خاص الخاص چھُوی منٛز خاصَن

(۲) ڈُنہ دِیوٕ ہر ذرّہ ما چھُس تھیٚن — خاص الخاص چھُوی منٛز خاصَن

(۳) شَرٕ پاش نَتہٕ پیٚتھ شش کل وزان — اشارٕہ تمکُوی چھُہ ہشیارَن

(۴) وَعلٰہ فی دِیو تمہ بادٕہ فروشَن — خاص الخاص چھُوی منٛز خاصن

(۵) زندٕن زاٰلیتھ پاکہٕ دِیوٕم سوٗن — کہو چہ کھور تم وہ ستادن

(۶) ہوٗدم باز رُہ رودُم ظلعن — خاص الخاص چھوی منٛز خاصن

(۷) اُمی عشقہٕ نارٕن زولُم بدن — پرٕ تو آفتاب پیوٚ چشمن

(۸) مَرتھ مرتبہٕ زندگی رِندن — خاص الخاص چھوی منٛز خاصن

(۹) دری یادس چھے جوٗیہٕ نیرن — دری یاو قطرس منٛز چھوی اکَن

(۱۰) تمہ چی خبر کینہہ چھُبیہٕ عامَن — خاص الخاص چھوی منٛز خاصن

(۱۳) کیا بےخود کو دیوانہ کہیں؟ وہ تو گندم نما جو فروش کہلائیگا۔

(۱۴) میں دُنیا سے بھی وابستہ ہوں اور میں تو مئی خانے میں بے ہوش پڑا ہوں

(۱۵) شمس فقیر صاف طور پر کہتا ہے کہ دریائے معرفت کی گہرائیوں میں اُترنا کون جانتا ہے

(۱۶) زندہ ہو کر مرنے کی پہچان پیدا کرو میں تو مئی خانے میں بے ہوش پڑا ہوں

غزل

(۱) ذات اور صفات آپس میں ملے ہوئے ہیں وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۲) ہر ذرہ کو غور سے دیکھ کر وہ اُس سے جُدا نہیں وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۳) ہوشیار لوگوں کیلئے اشارہ ہے کہ چھ دروازے بند کرکے ششکل بجنے لگ جاتے ہیں

(۴) بادہ فروش نے تو مجھ سے یہی وعدہ کیا ہے۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۵) صندل جلا کر میں سونا پگھلاتا رہا لیکن اُستاد نے اسے کسوٹی پر چڑھایا۔

(۶) جب میں نے اسے بازار میں پایا تو میرا گھمنڈ دور ہوا۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۷) میری آنکھوں پر آفتاب کا پرتو پڑتے ہی میرے تن میں آگ سُلگ اُٹھی۔

(۸) زندوں کے لئے تو موت ہی بقا ہے۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۹) سمندر سے ندیاں نکلتی ہیں اور سمندر خود قطرہ میں نہاں ہے۔

(۱۰) اس راز سے عام لوگ واقف نہیں ہو سکتے۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۱۱) صُمٌّ بُکمٌ آ بہ پرٕ تَن — مَنْ صمت بُجی سرٕہ کرٕ تَن
(۱۲) کُلّ شیئٍ یَرجعُ اِلیٰ اصلہٖ — خاص الخاص چھُوی منز خاصَن
(۱۳) شمس فقیرہ آبِ حیات چَن — زندگی تمہٕ چیا چھے کاملن
(۱۴) دیوٕ ستۍ نہٕ وانے اہلِ صفہن — خاص الخاص چھُوی منز خاصَن

غزل

(۱) بوٗ چھُس کینہہ نے خود پانے — بوٗ کینہہ نے کس ونے پانے
(۲) وُچھُم اوٚرٕ کینہہ نہٕ یورٕ کینہہ تے — بوٗ کینہہ نے کس ونے پانے
(۳) نہٕ چھُس ملک نہٕ چھُس جنیات — نہٕ چھُس انسان نہٕ آدم ذات
(۴) یَہ بہ ہیچ کینہہ نہٕ زٲرانے — یَہ کینہہ نے کس ونے پانے
(۵) نہٕ چھُس دیندار نہٕ چھُس کفّار — نہٕ موٗمن نے چھُم استغفار
(۶) یہٕ خوٗد چھُس خود پرستانے — یہ کینہہ نے کس ونے پانے
(۷) دیپوٗم کینہہ نس کرے معنیٰ — وَنے کینہہ نے کسۆ زانے
(۸) یہ گوس شرمندہ پشیمانے — یہ کینہہ نے کس ونے پانے
(۹) کُنَن تھاو کُن صحیح ریٹھ مَن — وَچھے سپدی تریَہ دون عالمن
(۱۰) بتہ نکھ عارف ینہ دانے — یہ کینہہ نے کس ونے پانے

(۱۱) صُمٌّ بُکْمٌ پڑھ کر کے دیکھ اور مَیں صمت نجی سے شناخت پیدا کر

(۱۲) ہر چیز اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ وہ خاص الخاص خاصوں پر ظاہر ہے

(۱۳) اے شمس فقیر! آبِ حیات پی۔ کامل لوگوں نے اسی سے زندگی پائی۔

(۱۴) شاید تجھے بھی اہلِ صفا میں جگہ مل جائے۔ وہ خاص الخاص خاصوں پر ظاہر ہے

غزل

(۱) میں ہیچ ہوں اس ہیچ کو کیسے ہست کہوں۔

(۲) اُدھر سے بھی ہیچ دکھائی دیا کیونکہ دیکھنے والا خود ہیچ تھا میں ہیچ کو کیسے ہست کہوں

(۳) نہ میں فرشتہ ہوں اور نہ جن۔ نہ میں انسان ہوں اور نہ ہی آدمی۔

(۴) میں تو ہیچ ہی ہیچ سے ہیچ کو ڈھونڈ رہا ہوں میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۵) نہ میں کوئی دیندار ہوں اور نہ کافر۔ نہ مومن ہوں نہ توبہ کا طالب

(۶) میں تو خود اپنے ہی آپ کا پرستار ہوں۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں۔

(۷) سوچا تھا کہ ہیچ کے معنی بیان کروں لیکن اس کے معانی کون سمجھ سکتا ہے

(۸) اس خیال ہی سے میں شرمندہ و پشیمان ہو کر رہ گیا۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۹) باطن کی آواز پہ کان دھر اور اپنے دل کو تھام۔ کائنات کے اسرار تم پر فاش ہوں گے

(۱۰) اور تم عارفِ یزدان بن جاؤ گے۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

۱۱ تہٕ ترٛاو کثرت یِہ چھےٚ حسرت
جمع وحدت تہٕ وحدانیت

۱۲ بہٕ دٕر حالن تہٕ نہٕ حالن رلےٚ
بہٕ کیٛنہہ نےٚ کس ونےٚ پانےٚ

۱۳ فنا سپدِتھ فنا فانی
بقا باللہ چھُو ربانی

۱۴ تہٕ گو واصل بہٕ یکسانےٚ
بہٕ کیٛنہہ نےٚ کس ونےٚ پانےٚ

۱۵ چھُو دریا تہٕ تَس کِتھ قطرہ
غوث، عاشق تہٕ ابدال ہا

۱۶ ولی انبیاءٕ چھ یکسانےٚ
بہٕ کیٛنہہ نےٚ کس ونےٚ پانےٚ

۱۷ مُہر شُد بہٕ تختِ غیب
سرار تُنا باش وسِتھ پئی عیب

۱۸ تہٕ زاتن رندِ مستانےٚ
تو کیٛنہہ نےٚ کس ونےٚ پانےٚ

۱۹ تُو تھاہ دِتھ عالمِ غائب بس گوس
دَرِتھ کیٛنہہ نےٚ تہٕ کیاہ نام ووس

۲۰ بہٕ رُودُس غائب غایانےٚ
بہٕ کیٛنہہ نےٚ کس ونےٚ پانےٚ

۲۱ میٚہ اندرےٚ آسی غائبی پر
نہٕ واو آتش تہٕ خاک آب سر

۲۲ گذرشُد بہٕ لامکانےٚ
بہٕ کیٛنہہ نےٚ کس ونےٚ پانےٚ

۲۳ اول آخر چھُہ نورِ محمدؐ
ظہور تہند دوی حد والاحد

۲۴ حیاتُ النبیؐ چھُہ تابانےٚ
بہٕ کیٛنہہ نےٚ کس ونےٚ پانےٚ

۲۵ بہٕ خود شمس و خود سکندر
بہٕ خود سرمد تہٕ خود خاور

۲۶ بہٕ خود آزاد سلیمانےٚ
بہٕ کیٛنہہ نےٚ کس ونےٚ پانےٚ

(۱۱) کثرت کو چھوڑ کیونکہ یہ حسرت کا مقام ہے بلکہ وحدت اور وحدانیت کو بھی ترک کر
(۱۲) میں مقام حیرت میں پہنچکر حیران ہوگیا۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں؟
(۱۳) فنا ہو کر فنا کا وجود ختم ہوتا ہے اور بقا باللہ کی منزل سامنے آتی ہے
(۱۴) اسی مقام پر سالک خدا سے واصل ہو جاتا ہے۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں
(۱۵) سمندر تو اس کے مقابلے میں ایک بوند ہے۔ پھر غوث ہوں یا اولیاء
(۱۶) سبھی اس مقام پر یکساں ہو جاتے ہیں۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں
(۱۷) لوح غیب پر ہمارا نام ازل ہی سے عاشقوں میں تھا اور ہم ہر عیب سے بے نیاز تھے۔
(۱۸) رندِ مست ہی اس حقیقت کو جان سکتے ہیں۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں
(۱۹) میں عالم غیب میں پھلانگ کر پہنچ گیا اور وہاں کوئی نہ کوئی چیز ضرور دیکھی
(۲۰) لیکن غیب الغیب کے مقام پر میں خود گم ہوگیا۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں
(۲۱) میرے تو ازل ہی سے غیبی پَر لگے تھے جبکہ خاک و باد اور آتش کا وجود ہی نہ تھا
(۲۲) میرا گذر لامکان سے ہوا تھا۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں
(۲۳) میں نے اول بھی اور آخر بھی نور محمدؐ ہی کو پایا۔ یہ نور تمام حدود کو پھاند کر نمایاں ہے
(۲۴) بلکہ حیات النبیؐ کا نور ہی تو ہر جگہ روشن ہے۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں
(۲۵) میں شمس بھی ہوں اور سکندر بھی۔ دائم بھی ہوں اور قائم بھی۔
(۲۶) میں سلیمانؑ کی طرح خود مختار ہوں۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں۔

غزل

(غیر مطبوعہ)

۱ ما نِزہ موت ما نزلا گنجہ دزاو نمنی — کمنی کمنی ناوہ دیدار

۲ شراب لو دمنت چھن شرابہ خمنی — پاتس چوان اوس بسیار

۳ منیہ دتن دا ماہ تہ تنبولم زہنی — کمنی کمنی ناوہ دیدار

۴ لولہ کس باغس کرئی مہ پوشہ چمنی — قولہ سارہ بکھنا چھاو گلزار

۵ بکھنتہ بمرہ ما گڑھن با سمنی — کمنی کمنی ناوہ دیدار

۶ وڈھ چھس زرہ قلی دند لعل منی — گلاب رنگہ روی گل انار

۷ نسرتہ خنجر ماران عشقہ معصومنی — کمنی کمنی ناوہ دیدار

۸ سوہ رمہ مچھس شوبان سورہ یاد منی — ڈلشتھ ہارے گے بیمار

۹ سوہ رمہ چشمہ شہلا وان بے غمنی — کمنی کمنی ناوہ دیدار

۱۰ ردیر نادرشن بیرہ تا بمنی — لیئہ منیہ لوسم روزتھ بیدار

۱۱ نالہ منتہ ربڑ من تہ روی جھمنہ سمنی — کمنی کمنی ناوہ دیدار

۱۲ خال چھس شوبان منتر باگ تمنی — خال گو اسود لون چھہ آشکار

۱۳ عاشقو قبلہ دوپ محراب تمنی — کمنی کمنی ناوہ دیدار

۱۴ شمس فقیر مشتاق ینہ بنین ومنی — پیران لو ونم سرا اسرار

ترجمہ کلام

غزل

(۱) میرا محبوب ہاتھوں میں مہندی رچا رہا ہے۔ دیکھیئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۲) شراب کے مٹکوں میں شراب بھر کر خود تو بے حساب پی رہا تھا۔

(۳) مجھے تو ایک گھونٹ دیا اور وہ میری نس نس میں دوڑنے لگا۔ دیکھیئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۴) میں نے عشق کے باغ کی چمن بندی کی ہے تو اکیلے محبوب! کیا اس گلزار کے مزے لوٹنے نہیں آؤ گے؟

(۵) نہیں تو یہ یاسمن کے پھول مرجھا جائیں گے۔ دیکھیئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے۔

(۶) محبوب کے ہونٹ تو ہیروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں اور دانت لعل یمن کی مانند حسین

(۷) چہرہ گل لالہ کی مانند سرخ ہے۔ ستواں ناک عاشقوں پہ قیامت لاتی ہے۔ دیکھیئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۸) سرمئی آنکھوں میں کاجل کیا ہی زیب دیتا ہے۔ ہرن ان کو دیکھ کر ششدر رہ گئے

(۹) یہ سرمہ عاشقوں کی ٹھنڈک کا سامان ہے۔ دیکھیئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۱۰) کاش وہ مجھے اپنا دیدار دکھائے۔ اب تو راہ تکتے رہنے سے میری آنکھیں مرجھا گئی ہیں

(۱۱) میں تو اسے گلے لگانا چاہتا ہوں۔ پر میرا مقدر نہیں بن رہا۔ دیکھیئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۱۲) ابروؤں کے درمیان خال کس قدر زیب دیتا ہے۔ خال گو سیاہ ہے پر کس قدر روشن ہے!

(۱۳) عاشق تو محراب ابرو کو ہی قبلہ بناتے ہیں۔ دیکھیئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے۔

(۱۴) جب سے مرشد طریقت نے سر اسرار سے واقف کیا ہے شمس فقیر اپنی سانسوں کا شیدائی ہے۔

(۱۵) سرِ نہان رِوَٹ زیر و بمنی   کمنی کمنی باوِہ دیدار

غزل (غیر مطبوعہ)

(۱) اے معشوق نازنین !   گاہ تو بر مَن باز بیین
(۲) زوِرہ بنُوتھم دل و دین   گاہ تو بر مَن باز بیین
(۳) نی رِہ خسار مہ تابان   گرِٹہ مثر کیّاہ گاہ بیوّان
(۴) آفتاب کھوتہ کیّاہ حسین   گاہ تو بر مَن باز بیین
(۵) دندمغ خنہ وُٹھ رَتہ قُلو   کنتھوچانیو کرِ طوطہ گُلی
(۶) خُندرِہ کرنس آفرین   گاہ تو بر مَن باز بیین
(۷) مانِزہ ئنگی مِنتی ستمہ کر   شمس فقیرو شادی کر
(۸) خُونہ میلانے چھس رنگین   گاہ تو بر مَن باز بیین

غزل

(۱) مکّہ مدینس برچھ وتھیٔ   نیرہ لَقِیئے دؤ کران
(۲) دُورہ چھی ہران نُوزہ پھٹئے   نیرہ لَقِیئے دؤ کران
(۳) اسہ ؤن چھکہ اَشہ منیٔ   مس شیشن چھکہ بھران

اِسی زیر و بم سے تو وہ سِرِّ نہاں ہاتھ آتا ہے۔ دیکھئے وہ کس کو دیدار دکھاتا ہے۔

غزل

اے میرے نازنین محبوب! کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ

تُو نے تو زبردستی مجھ سے میرا دِل لوٹ لیا۔ کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ۔

چاند کی طرح چمکتے ہوئے تیرے یہ دو رخسار ظُلمت میں بھی نُور برسا رہے ہیں

یہ تو سُورج سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ۔

تیرے دانت موتیوں کی مانند ہیں اور ہونٹ چھوٹے چھوٹے ہیروں ایسے۔ تیری میٹھی باتیں سنکر طوطی بھی گنگ ہوتی ہیں۔۔۔ آفرین ہو تیری اس دِلرُبا ہنسی پر۔ کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ۔

اے شمس فقیر خوشیاں مناؤ۔ محبوب کے مہندی سے رنگے ہوئے ہاتھ یہ تو حقیقت میں تیرے ہی خُون سے رنگے ہیں۔ کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ۔

غزل (غیر مطبوعہ)

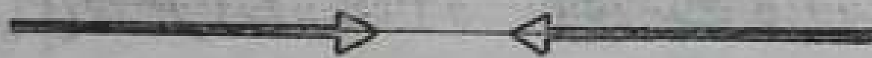
مکہ اور مدینے کے دروازے کھُل گئے۔ آؤ سہیلی گیت گائیں

دیکھو تو دُور سے کیا ہی نُور نظر آ رہا ہے۔ آؤ سہیلی گیت گائیں۔

اے ہنس مُکھ محبوبہ تو پیمانوں میں شراب ڈال رہی ہے۔

چاڈ داماہ فراحتیٔ — نیرہ لُتئے رؤ کران
وَئیں! اُسیٔ آئی بولہ ہتئی — قولہ ساٸرس ڈُنی دوان
وچھتہ کیاہ گُشتہ گوہتئی — نیرہ لُتئے رؤ کران
عشقہ سندرہ چھندراؤمتئی — وُچھت عاشق گے بیئے
عشقہ نارہ دوٚد متئی — نیرہ لُتئے رؤ کران
دند قندہ پھلی کیاچھ پتئے — اُسہ وُن غنچہ دہان
لعل لَب چھی رحمتئی — نیرہ لُتئے رؤ کران
زُلف سنبل اُلے متئ — پھلی متی سنبلستان
مارِ سیاہ کارہ پتئے — نیرہ لُتئے رؤ کران
حُسنس چانس درودہ ذتئی — درود اللہ چھو درجان
تنہٕ میٛہ دِلس گُل پھلمتی — نیرہ لُتئے رؤ کران
شمس فقیرس پروانہ ذتئی — سرکارِہ آس فرمان

مال جان پان تراوُم اتئی
نیرہ لُتئے رؤ کران



ہمیں بھی فرحت بخش گھونٹ پلا۔ آؤ سہیلی گیت گائیں

ہم تمنائی بنکر محبوبہ کی تلاش میں نکلے دیکھ کہ اُس کے عشق نے ہماری کیا حالت بنادی

آؤ سہیلی گیت گائیں۔

اُس حسینہ نے بے تاب بنادیا۔ عاشق اُسے دیکھتے ہی آتش عشق میں جلنے لگے۔

سہیلی گیت گائیں۔

اِس کے شکر کی ڈلی ایسے دانت کتنے اچھے ہیں۔ یہ ہنستا ہوا دہن غنچہ کتنا حسین ہے

تیرے سُرخ ہونٹ تو رحمت ہیں آؤ سہیلی گیت گائیں

اُسکے سنبل ایسے زُلف! دیکھ کیا سنبلستان کھِل اُٹھا ہے۔ اُس کے شانوں پر گویا یہ

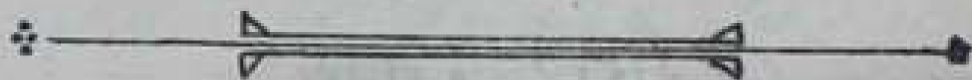
کالے سانپ بل کھارہے ہیں۔ آؤ سہیلی گیت گائیں۔

جب تیرے حُسن کا مدح خوان خُود خدا ہے تو ہماری کیا بات۔ ہم بھی تمہارے حُسن

کا درود پڑھ رہے ہیں تیرے عشق سے ہمارے دِل میں بہار آئی ہے آؤ سہیلی گیت گائیں۔

شمس فقیر کو موت کا پروانہ مل گیا۔ بڑے سرکار سے فرمان جاری ہوگیا

تعمیل حُکم کے لئے وہ تن من سے منتظر ہے۔ آؤ سہیلی گیت گائیں۔



غزل

اَللہ اللہ تہٕ ہیچھُم دَر مَنٛنے
بوٚ کیاہ وَنٛے اَی گوٚ ظہوٗر

عشقہٕ نارن زاجِنتھم تَنٛنے
بوٚ کیاہ وَنٛے اَی گوٚ ظہوٗر

رِندَن گنٛدان ہیوٚد رشنٛنے
زِندگی لیکھ تہٕ وُچھک نوٗر

طوٗرس شوٗر گوٚ برتوٚ پینٛنے
بوٚ کیاہ وَنٛے اِی گوٚ ظہوٗر

عاٗبد تہٕ زاٗہد چھِ اَتھ نِش زینٛنے
واحِد چھُو امیٚک شیخ منصوٗر

اَنا نُمی دوٚپ نَم معرفت چٕھنٛنے
بوٚ کیاہ وَنٛے اِی گوٚ ظہوٗر

اُچھو بوٗزکھ تہٕ کن وُچھنٛنے
مقامِ محموٗد سیٚدی حضوٗر

رفتار گفتار تتھ جایہ چھُنٛنے
بوٚ کیاہ وَنٛے اَی گوٚ ظہوٗر

بوٚ ہا سِر شمس فقیرہ وَنٛنے
سِر تہٕ اوٗ ہیتھ در مخموٗر

سوٚی اَتھ یِیِن تَتہٕ بر مُنزر نٛے
بوٚ کیاہ وَنٛے اَی گوٚ ظہوٗر

غزل

نغمۂ اللہ ھو میرے دل میں ہے۔ میں کیا کہوں۔ ظہور (تجلیٔ ذات) تو اسی کا نام ہے
عشق کی آگ نے تو میرے تن بدن کو جلا کے رکھ دیا۔ میں کیا کہوں۔ ظہور (تجلیٔ ذات) تو اسی کا نام ہے
رندوں نے (اپنی جانوں سے) کھیل کر ہی تو (ذات حق) کا مشاہدہ کیا اور زندگی پا کر نُور (ذات حق) کو دیکھا۔
طور (کو دیکھ لو کر محض) جھلک کے پڑ جانے سے ہی خاکستر ہو گیا۔ میں کیا کہوں۔ ظہور (تجلیٔ ذات) تو اسی کا نام ہے۔
عابد اور زاہد (کا ذکر ہی کیا۔ وہ تو اس مرحلے پر پہنچ جانیوالوں کے مقابلے میں) ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ اس منزل کا واحد سالک شیخ منصور ہی ہے۔ جس نے معرفت کی شراب پیئے بغیر ہی انا الحق کہا (گویا یہ مقام تو ازل ہی سے اُس کی نصیب میں تھا) میں کیا کہوں ظہور تو اسی کا نام ہے
مقام محمود پر پہنچکر تم آنکھوں سے سُننے اور کانوں سے دیکھنے لگ جاؤ گے۔
یہ وہ مقام ہے جہاں رفتار و گفتار کی مطلق گنجائش نہیں۔ میں کیا کہوں ظہور (تجلی ذات) تو اسی کا نام ہے۔
اے شمس فقیر! میں تجھے راز کی بات بتائے دیتا ہوں (اور وہ یہ ہے کہ) مخمور (عشق) ہو کر (بھی) اپنے سر کو (ذاتِ حق کی طرف) جھکائے رکھ (اور اس بات کا یقین رکھ کہ بلندیوں پر رسائی حاصل کرنے کے باوجود بھی) وہی (سالک) بارگاہ (قرب الٰہی) میں داخل ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے (غیب سے) دروازے کھول دئے جائیں۔ میں کیا کہوں کہ ظہور (تجلی ذات) تو اسی کا نام ہے۔

غزل

بالہ یار دِ نیو تھمو دِلو دون لالن ہیٚمتھ قیمتی
گنج بے قیاس چھنوی ملو دون لالن ہیمتھ قیمتی

اَقُےٚ نوٗر اوس مُکمّلو گھن عشقن کرم دِن راتی
ژھن چھُوس نَتہٕ دِزاو مُجملو دون لالن ہیٚمتھ قیمتی

اثبات وجود مُفصّلو وحدت وجود موجود ذاتی
مغزِ وحدت چھاوٕ کاملو دون لالن ہیٚمتھ قیمتی

ست دریاوٕ درا یے تیرہ ملو تتھ منزلس راہم ہیٚہ یرآنتی
شُنیا چھُ تتہٕ باین تلو دون لالن ہیمتھ قیمتی

ژٹھ نفسس ساری کلو کھٹ کشف تہٕ کراماتہٕ ہی
شاہ سید کھ ہنکھ اَہلو دون لالن ہیٚمتھ قیمتی

زِندہ مریا نہ چھُوی سہلو زندہ عاشق زِندہ مُومتی
دُوپ نم مُرتھ تھود تُل کلو دون لالن ہیٚمتھ قیمتی

غزل

اے میرے دِل کو اُڑا لے جانیوالے محبوب! میں تجھے دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔
تمہاری قیمت تو ایک ایسا خزانہ ہے جو کسی کے وہم و گمان میں نہیں آسکتا میں تجھے دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔
(ذاتِ حق کا) نُور تو اول ہی سے مکمل طور پر چھپا ہوا تھا، اور اِس (نُور کے پانے) کا عشق رات دِن میرے دِل میں سماتا گیا۔ یہ نور (موجودات سے جُدا نہیں) اور مجمل طور بھی یہی نور ظاہر ہے۔ میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔
اثبات وجود کی تفصیل یہ ہے کہ موجودات میں محض ذاتِ حق ہی کا وجود ہے اور وجُود اُسی ذات کو لازم ہے۔
یہی مغز وحدت ہے، اور اے کامل (سالک) اِسی سے شناخت پیدا کر۔ میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں
اُس منزل پر جہاں کہ میں نے سات بے کھوٹ دریاؤں کو بہتے دیکھا میری ساری غلط فہمیاں رفع ہو گئیں۔
وہاں تو عدم میرے پاؤں کے نیچے تھا (یعنی یہ منزل عدم سے بھی پرے ہے) میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔
نفس کی ساری خواہشات کا قلع قمع کرو اور کشف و کرامات (کی قوتوں) کو پوشیدہ رکھ
(یہ وہ گر ہے جس سے) تُم بادشاہ بنکر (قُربِ الٰہی) کے اہل بن جاؤ گے۔ میں تجھے (اے محبوب) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔ زندہ ہی مر جاؤ یہی (قربِ حق کو حاصل کرنے کا) آسان طریقہ ہے عشقِ الٰہی کے متوالے رندوں نے مر کر بقا حاصل کی ہے

واصلس ہینٛتھ چھوی حاصلو حیات النبیؐ سرٕ کرٕ حیاتی

شمس فقیرہ کرٕس مہرٕ چھلو
دۄن لالن ہیمتھ قیمتی

غزل

زیر و بم ہیتھ ٹمرٕ شایہ گوگمے یتہٕ سُوی چھُمے تتہٕ سُوی چھُمے
پاتال عاشق پرِ سبق اکبر تہٕ ہیہٕ زندرم تارک
درشہٕ سرٕ کر معنہ ہمہ یتہٕ سُوی چھُمے تتہٕ سُوی چھُمے
کنہ یُوزم حق سرٕ مَن ہو یران چھُوی پانہٕ رُوح
مَن عَرف نفسہٗ پالومی یتہٕ سُوی چھُمے تتہٕ سُوی چھُمے
وجود تہٕ شہود تراؤ تن ٹمرٕ گژھہٕ ھت چھُوی اُویل بدن
ٹمرٕ شایہ تتہٕ نامحرمی یتہٕ سُوی چھُمے تتہٕ سُوی چھُمے
ستہٕ نشہٕ دریاو پیدہ گو تتھ لانہایتس چھینہ زیو
عارف چھُ تتھ ہیتی برٕ فمے یتہٕ سُوی چھُمے تتہٕ سُوی چھُمے

مرجانے کے بعد ہی اُس (محبوب) نے مجھ سے سر اُٹھانے کو کہا۔ میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔

واصل بننا ہی تحصیل حاصل ہے۔ حیات النبی صلعم کی دائمی حیات کو پہچان لے اور اے شمس فقیر اُن کی اس حیاتِ دائمی کو پاکر اُن پر مور چھل نچھاور کرتا جد میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔

غزل

۱۔(قربِ الٰہی کی منزل پر پہنچکر) زیر وبم (اذکار) بھی گم ہو گیا۔ یہاں (اپنی ذات میں) بھی اُسے پایا، اور وہاں بھی اُسے ہی دیکھا۔ ۲۔ پاتال میں (دل کی انتہاہ گہرائیوں میں) اُتر کر (اسرارِ الٰہی کا) سبق پڑھ۔ (ان ہی گہرائیوں میں) تو اکسیر جیسی قیمتی دھات حاصل کرے گا اور (افلاک پر چمکنے والے) چاند اور ستارے بھی یہیں موجود پاؤگے۔ گویا ہمہ[۱] کی پہچان تجھے خود اپنے ہی سانس سے (شناخت پیدا کرنے سے) حاصل ہو جائے گی۔ یہاں (خود اپنی ذات میں) بھی اُسی کو پایا، اور وہاں بھی اُسے ہی دیکھا۔ ۳۔ اسرارِ الٰہی کی تشریح میں خود اپنے ہی کانوں سے سُنتا رہا، اور رُوح اُسی ذاتِ حق کے وجودِ محض کی ذکر کرتا رہا۔ گویا من عرف نفسہٗ پہ کاربند رہ کر یہاں بھی اُسی کو پایا اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

۴۔ مقاماتِ وجود اور شہود کو ترک کر دو۔ ان دونوں مقامات سے پرے وہ باریک بین رکھنے والی ذات ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس سے وجود و شہود تک کے مقامات (پر پہنچنے والے سالک) ناواقف ہیں۔ یہاں بھی اُسی کو پایا اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

۵۔ سات منازل کو طے کر کے ہی سمندر دکھائی دیا۔ اور اُس قلزمِ بیکراں کو بیان کرنیکی طاقتِ گفتار کہاں۔ ہاں البتہ ایک عارف ہر لمحہ اِس منزل پر سے گذرتا رہتا ہے۔ یہاں بھی اُسی کو پایا اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

[۱] ہمہ سے مراد ہے خدا کیونکہ (باقی بر صفحہ ۵۱)

فنا گژھت فناہ چھاوٗ   مَنٛز راوٕنس پانَے تِہ راو
مادرایہ موجود ژٕ چھے   ییتہِ سُوی چھُے تَتہِ سُوی چھے
شمس فقیرو کینہہ نہ ژٕہی   کینٛہہ نو لُوکھ کھنڈہار ژٕہی
کینٛہہ نے لُوکھ تَتہِ چھا کمے
ییتہِ سُوی چھُے تَتہِ سُوی چھُے

غزل

بوز عشقن دود یارہ گوم
موت معشوق یاد پیوم

میخانہِ مَنٛزہ لولہ مے چوم   مُوت معشوق یاد پیوم
اُمی کزالن بانہ ٹھُری سیٹھاہ   رَنگہ رَنگہ تنتھ آنتھ کیاہ
سارٕی چھہ پچنہ پوی دزاس ادم   مُوت معشوق یاد پیوم
اُمی کوٚندن کیاہ دیوت جلاوٗ   تس کُنہ بہی کیاہ چھُو ناوٗ
یرہ زہ مَنٛزہِ رزہ پان کھاجوم   مُوت معشوق یاد پیوم
یار بوئی آشناو نو چھُ کانٛہہ   رِتم چھہ سارٕی بے وَفا

۶۔ فنا ہو کر فنا کی منزل میں داخل ہو جا اور گُم ہو کر گُم ہو جا
اس لئے کہ میں نے (ذاتِ حق کو) ماورا میں موجود پایا۔ یہاں بھی اُسی کو پایا، اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔
۷۔ اے شمس فقیر! تُم ہیچ ہو اور تمہاری قیمت کچھ بھی نہیں بلکہ چھوٹی کوڑی بھی نہیں یہی کیا کم تھا اگر تمہاری قیمت کچھ بھی نہ ہوتی۔ یہاں بھی اُسی کو پایا اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

غزل

۱۔ مُمن اے دوست! میں دردِ عشق میں مُبتلا ہو گیا، اور دیوا[۳] نے محبوب کی یاد آ گئی۔
۲۔ مے خانے میں شرابِ عشق پی گیا، اور دیوا نے محبوب کی یاد آ گئی
۳۔ اُس کمہار (اللہ تعالیٰ) نے مختلف رنگوں کے بے شمار برتن بنائے۔ سبھی پختہ ہو کر نکلے اور میں ہی ایک خام نکلا۔ مجھے دیوا نے محبوب کی یاد آ گئی۔
۴۔ ذاتِ حق کی وحدت کیا ہی روشن ہے۔ آخر اُس ذاتِ واحد کا نام کیا ہے۔
۵۔ دوست یا بھائی سے رشتہ کیا یہ تو سب کے سب بے وفا ہیں۔

بقیہ از صفحہ ۴۹ ۔ تمام جزئیات کلی کے ماتحت ہوتی ہیں۔
۲ھ۔ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اُس نے خُدا کو پہچانا۔
۳ھ۔ مُوت ٔ کے لفظی معنی دیوانے کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ انتہائی لاڈ پیار کے اظہار کے طور پر بھی ہماری زبان میں استعمال ہوتا ہے۔

خامن ییتے میہ گییم گوم   مۆت معشوق یاد پیوم
اَتھ حی کس دریاوس   شہہ منز تھاہ لاییس
دُورِ برزخہ نُور پرزیوم   مۆت معشوق یاد پیوم
دِلہ کے دروازہ کن ژاس   مُلکِ وحدتہ منز ڈراس
عرشچ جو پہ پے ہو دزیوم   مۆت معشوق یاد پیوم
گھرہ یتہ نے کرِتھ معراج   شمس فقیرو چھوی خراج

چھس بو کینہہ نے کیاہ ساد چھوم
مۆت معشوق یاد پیوم

غزل (غیر مطبوعہ)

میہ وُچھ ہر شایہ سُو یار چھُنو کانہہ مۆئ تہ خالی
وَنے بو سر اسرار ہیو آسکھ وُبالی !
دماہ اکھ میہ گییم کل میہ نُو زِدِلہ کین پرن تل
چھو سانہ و ناز افضل چھیہ زیرس نم تہ جالی

میں اس دُنیا میں محض خام لوگوں میں اُلجھ کے رہ گیا ہوں۔ مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

۶۔ میں نے حیّ کے (زندہ و پائندہ یعنی دائمی) سمندر میں سانسوں سے نکل کر (نفسانی بندشوں سے آزاد ہو کر) چھلانگ لگا دی۔ اور عالم برزخ میں پہنچکر بہت دُور سے نورِ (ذات حق) روشن دکھائی دیا۔ مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

۷۔ دل کے دروازے سے داخل ہو کر میں عالم وحدت میں اُبھرا، اور یہاں پہنچکر عرش کی ندی کا پتہ پھُوٹ کر نکل آیا۔ مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

۸۔ آفرین ہے تُم پر اے شمس فقیر! کہ گھر بیٹھے معراج حاصل کیا۔ میں تو خُود ہیچ ہوں لیکن میں نے کیا دیکھا ۔۔۔؟

مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

غزل

۱۔ میں نے محبوب کو ہر جگہ موجود پایا، اور کوئی ذرہ بھی (اُس کے وجود سے) خالی نہ دیکھا۔ میں تمہیں اسرار (طریقت) سے واقف کئے دیتا ہوں۔ (خبردار) تم لاپروائی سے کام نہ لینا۔

۲۔ لمحہ بھر کے تفکّر کے بعد میں نے اپنے دِل کے پردوں کیساتھ کان لگا کر سُنا تو معلوم ہو گیا کہ نغمہ و ساز ہی افضل (عبادت) ہے اور زیر (اللہ) سے بم (ھُو) ملا ہوا ہے

ژِہ لاۓ مَنٛز وحاؔرتس تھاہ گژھی معلوم شہنشاہ
رِندے چھکھ مَرتہٕ یکجاہ کِندان گژھ خوردہ سالی

صُدٕر چھُوی سنٛہ خوتہٕ سن، محیط کوہ زانی اڈن
سہل چھا معنہٕ بوزُن تہٕ بوزان گاٹلی

فنا جاے ژٕ تھ تژاو اُژٕ تھ مَنٛز دیدہ نہی راوٕ
گژھی معلوم پننٕ ناوٕ ہمہ پیمانہٕ خالی

سجودس مَنٛز میٚہ ڈیوٹھم وجود تہٕ شہود گوٚ گُم
یہ سرٕ موجود رُوٗدُم چھنا تتھ جامہ ناؔلی

وٕنے کیاہ بوٚ امیک سُوٗد مرِتھ عاشق زِندے رُوٗد
ژِہ کر شمسو یہ کتھ بُوٗز چھکھے آمُت سوالی



۳۔ وحدت (کے سمندر) میں چھلانگ لگا کر ہی تم شہنشاہ سے واقف ہو سکتے ہو۔

اگر تو واقعی رند ہے تو صغر سنی میں ہی یہ کھیل کھیلتا جا

۴۔ سمندر گہرے سے بھی گہرا ہے لیکن اندھے کو (اس) بحرِ بیکراں کی کیا پہچان۔

اس معانی کو سمجھنا آسان نہیں ہاں البتہ ہوشیار لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

۵۔ فنا کے لباس کو پھاڑ ڈالو، اور (باطنی) آنکھوں میں داخل ہو کر گم ہو جا

اسطرح سے تم خود اپنے نام اور جام معرفت کے حقیقی حال سے واقف ہو جاؤ گے

۶۔ وجود اور شہود کے مقامات گم ہو جانے پر ہی میں نے مقام سجود میں محبوب کو دیکھا۔

اور یہ راز محفوظ رہا (کہ) وہ لباس پہنے ہوئے نہیں

۷۔ میں تمہیں اس (طریقت) کے نفع کے متعلق کیا بیان کروں (مختصر الفاظ میں سُن لو کہ راہ طریقت میں ایک) عاشق مر کر بھی زندہ ہی رہا۔

اے شمس! اگر تو (اس نفع کے بارے میں) سوال کرنے والے کی حیثیت سے آیا ہے تو خود آزما کر دیکھ لو۔

غزل (غیر مطبوعہ)

چھُوکھے بینا وُین دیوٚ پانس — تَس نادانس کرٛزلہِ ژھائی

راہ کیاہ لَدِہ بوٚ تَس باغوانس — گُلزار دُوِہ نم تہ سعہ یہ گُلی آم

سَگ میٚہ دِژامس تہ سوئی اُنجم پانس — تَس نادانس کر ژلہِ ژھائی

بائزی گارس بائزی چھیٚے پانس — تَس چھُوی گرژھان منزیٚن شام

بے زُر آسہ تَے کر پیوہ دانَس — تَس نادانس کر ژلہِ ژھائی

نصیحت گُر زِ نوفس شیطانس — تَلہ گَتہ ژائزیٚن آسہ ماخام

معرفت کیاہ کرِہ ناپاکے پانس — تَس نادانس کر ژلہِ ژھائی

یُس وَسہِ عشقُس صدرس سرانس — سرہ تَس سپدی میم الف لام

تَھیچھ میہ دِژامس دُرٚ عرفانَس — تَس نادانَس کر ژلہ ژھائی

شمسؔ مۄت مشتاق حق سُبحانَس — الٰہی در جہان نَھا ڈیبون ناوُ

خام گھتی زُون کھینہ پیٚٹھ آسمانس
تَس نادانس کر ژلہ ژھائی

غزل

۱- اگر تو بینا ہے تو خود اپنے مَن میں (حق کی) تلاش کر۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہوسکتا ہے

۲- باغبان کو قصوروار کیونکر ٹھہراؤں اُس نے تو پھول ہی بوئے تھے لیکن بچھو بوٹی کے پودے اُگ آئے۔ اور اِن پودوں کی جب میں نے آبیاری کی تو بچھو بوٹی نے اُلٹے مجھے ہی کاٹا۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہوسکتا ہے۔

۳- جادوگر کا جادو (تو دراصل) خود اپنے ہی لئے ہے۔ پوچھنے کا وقت اُسے شام کی مانند تاریک دکھائی دیتا ہے۔ (حقیقت تو یہ ہے کہ) ایک قلاش و مفلس آدمی بھٹی کو روشن کیسے کرسکتا ہے۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہوسکتا ہے۔

۴- جو شیطان کی نسل کا ہو اُسے نصیحتیں کرنے سے کیا حاصل؟ وہ تو خام ہی ہے۔ شرابِ معرفت کا ایک ناپاک برتن پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہوسکتا ہے۔

۵- جو آدمی عشق کے سمندر میں نہانے کے لئے اُتر جائے وہی الف لام اور میم سے شناخت پیدا کرسکتا ہے۔ میں نے تو (شدتِ عشق میں) دُرِ عرفان کو چھین کر لیجانے کی کوشش کی۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہوسکتا ہے۔

۶- دیوانہ شمس تو (چونکہ) بزرگ و برتر ذاتِ حق (کے دیدار) کا شیدائی ہے (اس لئے اس کی تمنا یہی ہے کہ) یا اللہ! میرا نام اِس دُنیا میں قایم رکھ۔ خام لوگ تو چاند کو کھاجانے کی غرض سے آسمان پر چڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہوسکتا ہے۔

غزل

صدرہ کھٔر لُدرٕہ مال گُنزری توس پھٔلیٔ
ٹُلیٔ کرہ سَے لولہٕ متہٕ لائے
زُونہٕ چھِی شُو بان یِم چُھونہ پھٔلیٔ
ٹُلیٔ کرہ سَے لولہٕ مَتہٕ لائے
رنگہٕ ریون دزاؤ رنگہٕ بونہ تُلیٔ
سنگدل وُچھتَن چھیَس نہٕ مینٕز مائے
ہو میتا دیدار ہیہٕ ہَم سُلیٔ
ٹُلیٔ کر سَے لولہٕ مَتہٕ لائے
رسہ رسہ پانَس چیٔن مکہ گُلیٔ
اسہ چھونہ چاوان کیاہ چھُوسون پائے
مست گے مستانہ مَس چیتھ وُلیٔ
ٹُلیٔ کر سَے لولہٕ مَتہٕ لائے

غزل

۱۔ اری سہیلی! ذرا میرے محبوب کو تو دیکھو۔ یہ تو دُور سے سمندر کے موتیوں کی (بنی ہوئی) مالا جیسی دکھائی دیتا ہے۔ اور اس مالا کے دانوں[1] کا شمار کریں۔ آؤ نا سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

۲۔ اس چاند کیطرح چمکتے ہوئے محبوب کو یہ موتی کے دانے کیا ہی زیب دیتے ہیں۔ آؤ نا سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھُولا جھُولیں۔

۳۔ میرا رنگیلا محبوب رنگین چناروں کے نیچے سے گزر کر جا رہا ہے۔ ذرا دیکھو تو سنگدل کو، میری ذرّہ بھر بھی محبت نہیں اُسے۔ کاش مجھے اپنا چہرہ دکھا کر گویا، مجھے مول لیتا۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لیکر جھولا جھولیں۔

۴۔ خود تو رُک رُک کر شراب کے گھونٹ پیئے جا رہا ہے۔ پر ہمیں نہیں پلاتا۔ ہمارا حال تو خدا جانے ــــ دیوانے تو پی کر ہی مست ہوا کرتے ہیں۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

---

[1] ۔ دانوں کا شمار۔ یعنی محبوب کے خدوخال کا جائزہ لیں۔

کامہ دِلوس یم جامہ کمی چھلئے
شامہ لَٹہ بیہ ناژلہ ہیم نیائے
پامَن لأ جنس خام ڈا نیلئے
ٔللئے کرسَے لولہ مَتہ لائے

لالنہ کوٗٹھ یم پیالہ مے ڈِلئے
سالہ نے ییم اَدِہ بے پرَوائے
نالہ مَتہ رَلہ ہَن بیہ نا ژُھلئے
ٔللئے کرسَے لولہ مَتہ لائے

نوٗرہ کہ وَقتہ خواب ڈیشام ژُھلئے
پرژھمس رازہ ہونزہ گَتہ چینی جائے
جانزہ دِتھ پری نَم تانزہ مسئلئے
ٔللئے کرسَے لولہ مَتہ لائے

بولہ وُن جانورہ چھُو لولہ مَنزلئے
بدنس تیہندس ڈیٹھم نہ ژھائی
خرقہ یولاس نالی ڈیٹھمس کھُلئے
ٔللئے کرسَے لولہ مَتہ لائے

۵۔ کام دیو کا یہ لباس کس نے دھو ڈالا ہے؟ کاش شام کے وقت آتا تو جھگڑا ہی نپٹ جاتا۔ اِس طفل حیلہ گر کی وجہ سے تو میں طعنے سہہ رہی ہوں۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

۶ جڑاؤ کمرے میں جو میں نے پیالیاں سجا کر رکھی ہیں۔ ذرا جا کر دیکھو کہیں اُنکی ترتیب بکھری تو نہیں۔ ورنہ وہ لاپروا محبوب دعوت پر نہیں آئیگا۔ کاش وہ اچانک آجاتا تو میں اُسے گلے لگاتی۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

پوچھنے کو جو اچانک میں نے اُسے خواب میں دیکھا تو پوچھا "میرے راج ہنس! تمہاری منزل کہاں ہے؟"
اور اُس نے ٹال کر نئی باتیں چھیڑ دیں۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

اُس چہکتے ہوئے پرندے کو دیکھو تو عشق کے جھولے میں کس انداز سے جھول رہا ہے۔ اری! اِس کے بدن کا سایہ ہی نظر نہیں آتا۔
اور دیکھو تو کُشادہ نرم و نازک لباس کیا جچ رہا ہے! آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

غازہ سے اسہ کر عشقہ نازِ لئے
مشکہ چانہ ننبہ لیوم یاون لائے
ژشکہ چانہ گلاب گیم اڑہ پھلئے
لُلئے کرسے لولہ متہ لائے
یم مارِ بیچان کیاہ چھی ملئے
مارِ زُلفن چھک مارَن گرائے
خارہ میون سے ننہاؤ نارِہ وُزملئے
لُلئے کرسے لولہ متہ لائے
دَند چھی محنتہ مال وُٹھ رژہ پھلئے
خندہ چھکھ کران تہ کمی دلپوی دائے
یم کنہ بُوزِتھ طوطہ گے کملئے
لُلئے کرسے لولہ متہ لائے
دایہ شُوبیا مختہ ہر پختہ کارژلئے
شاہ شمس رُمہ رشنوی آئے
مایہ بنہ داستانو نونہ گاٹلئے
لُلئے کرسے لولہ متہ لائے

اے اُلھڑ حسینہ! غازہ چڑھا کے میری طرف مت دیکھ۔ تمہاری خوشبو ہی سے

تو میری متوالی جوانی بیتاب ہوتی جا رہی ہے

ذرا دیکھ تو کہ تمہارے (حُسن کے) رشک میں میرے رخساروں کے گلاب ادھ

کھلے رہ گئے۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

تمہارے یہ پیچدار سانپ کس قدر ٹیڑھے ہیں! اور پھر ان سانپ

جیسے زُلفوں کو ہلا ہلا رہی ہو۔

اے برقِ آتش! (تجھے میری قسم) میرا ملال نہ رکھیو۔

آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

تمہارے دانت تو موتیوں کی ایک مالا ہے، اور ہونٹ گویا چھوٹے چھوٹے سُرخ

ہیروں سے جڑے ہوئے ہیں، اور جب ہنسنے لگ جاتی ہو تو یہ بھی تو بتاؤ

کہ یہ دِل رُبا ہنسی ہنسنا کس نے سکھائی۔ تمہاری میٹھی میٹھی باتیں سُن کر تو

طوطیاں بھی گنگ ہو جاتی ہیں۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

مُجھ جیسی ناچیز کنیز کا (تم جیسی) موتیوں کی مالا سے کیا واسطہ؟ بڑے بڑے تجربہ کار

عاشق تو تمہاری حسرت لے کر چل بسے ــــــ لیکن شاہ شمس تو خدا سے زُوہ رِشی

کی زندگی مل جانے کی بھیک مانگ رہا ہے (تاکہ تُم پگھل جاؤ) اور اس ہوشیار عاشق

نے محض تمہاری محبت کی خاطر یہ داستان بیان کی۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

لہ۔ کشمیر کا ایک لمبی عمر پانیوالا ریشی۔ جو لمبی عمر پانے کی وجہ سے ضرب المثل بن چکے ہیں۔

غزل

خاڑہ تفو نُم مارہ مُتئے — میون وَ نتسی لُتئے
زائلی پنجرہ تزاوُ تھئے — میون وَ نتسی لُتئے
روی خورشید چھُیں تابان — ژھاپہ روَس شاہِ خوبان
ماہِ تابان نُورہ پھتئے — میون و نتِسی لُتئے
یا رَیحان زُلفہ پیچان — نتہ ماسنبلستان
مار پیچان کارِہ پتئے — میون و نتِسی لُتئے
سونہ دُور زِی چھُم الران — دونوی چھُس نُور ہران
پُورہ کَنہ تَم سورگہ کھتئے — میون و نتِسی لُتئے
نستہِ خنجر حُسنک امام — دین و دِل نیونم تمام
سوتہِ والنجہ آئے اُتئے — میون و نتسی لتئے
چشمِ آہو چھَیں نبر زَلے — مَنہِ پھلی عشقن ژھلے
وُنہِ چھِ مستانہ نندرہِ ہُتئے — میون و نتِسی لُتئے

غزل

متوالی محبوبہ کی جدائی میں تو مجھے کانٹے سے چبھ رہے ہیں۔ اے سہیلی!
ذرا جاکر اُسے میرا کہیو۔
کاش وہ اپنی خمدار کاکلوں کو کھول دے! سہیلی ذرا جاکر اُسے میرا کہیو
اُس کا چہرہ تو سورج کی مانند چمک رہا ہے، اور اُس محبوبوں کے بادشاہ کا سایہ ہی نہیں
اُس کے پیچ دار زُلفوں کو کس سے مشابہ کروں، ریحان سے یا سنبلستان سے
ذرا اِن ٹیڑھے سانپوں کو تو دیکھو جیسے بنفشہ کے پھول میں خم پڑے ہیں۔ سہیلی ذرا جاکر
اُسے میرا کہیو۔
سونے کی بالیوں کو دیکھو کس طرح ہلاتا جا رہا ہے
دونوں بالیاں روشنی بکھیر رہی ہیں۔ جیسے کہ یہ دونوں جنّت سے
اُڑا لے آیا ہے۔
سہیلی ذرا جاکر اُسے میرا کہیو۔
خنجر جیسی ناک کس قدر حسین ہے۔ اس امام محسن نے تو میرا دین و دل
لوٹ لیا۔
اور اِسے دیکھتے ہی جگر پر ضرب لگ رہے ہیں۔ سہیلی ذرا جاکر اُسے میرا کہیو
اُس ہرنی کی آنکھیں تو نرگس جیسی ہیں اور پتلیاں تو محض سامانِ فریب
حالانکہ ابھی تو یہ مستانی سوئی پڑی ہیں۔ سہیلی ذرا جاکر اُسے میرا
کہیو۔

مِژگانہ تیر چھم میہٕ لایان — تی وَنتس ما چھُو جان
موہنہ تیر کر تجہ کُھتئے — میون وَنتِسی لُتئے
ہُمہ ہار رنجہ لدنم گون — تَس تہٕ کیاہ گو غصہ میون
لوسہ ناڈمی پایہ وُتئے — میون وَنتِسی لُتئے
بالہِ کوٗت گوم یاون رائے — اندِہ ناوڈِنی عشقہ نیائے
چھُمنہ بازارہ قیمتئے — میون وَنتِسی لُتئے
عشقہ سندری اسہ مے روش — خُونِ جگرس کرتہ نوش
زُونہِ میلکھمنہ محبتئے — میون وَنتِسی لُتئے
وُٹھ رَتہ پھلی برگِ بادام — قندہ پھلی دندکیاہ چھِہ جان
خندہ مالہ وندہ دوام اتئے — میون وَنتِسی لُتئے
نیرہ منز چھکھے پیر تراوان — عاشقن تنبہ لاوان
ساعلی وڈُز چھےاے کُھتئے — میون وَنتِسی لُتئے
شمس فقیرن کرنہ پائی — زُہر رشنُوی دِتس آئے
عشقہ تیو نگل ہیم تتئے
میون وَنتِسی لُتئے

ارى دیکھیو! پلکوں کے تیر کس طرح برستا جا رہا ہے۔ جا کر کہیو کہ یہ انداز بھلے نہیں۔ ہاں ری پھر دیکھیو تیروں کو کمان میں چڑھا رہا ہے۔ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

یہ کمان جیسی بھنوؤں میں شکن کیسی؟ ذری جا کر پوچھ لو۔ مجھ سے ناراض تو نہیں

اے پاروتی! اب مجھے اور نہ تڑپا۔ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

ہاں ری میرا محبوب کدھر کو چلا گیا۔ آتا تو عشق کا جھگڑا نپٹ لیتے۔

(میں تو جھگڑا نہیں چاہتی) آخر وہ بازار میں بکنے والی چیز تھوڑی ہے؟ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

اری عشق کی سُندری! اب ہم سے نہ روٹھ۔ میں تو اپنا خون جگر تمہیں پینے کو دئے دیتا ہوں۔

اری میری محبت! کیا چاندنی میں بھی نہیں ملو گی؟ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

سُرخ ہیروں کے ٹکڑوں سے جڑے ہوئے یہ تمہارے ہونٹ برگ بادام کی مانند نازک ہیں اور یہ شکر کے ٹکڑے جیسے دانت کس قدر اچھے ہیں۔ میری ہنس مُکھ محبوبہ! میرا دل تو انہیں دیکھتے ہی مجھ سے جُدا ہو رہا ہے۔ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

تم سبزہ زاروں میں سے اٹکھیلیاں کرتی ہوئی جا رہی ہے، اور ہم عاشقوں کے دل بے تاب ہوئے جا رہے ہیں۔ اور دوپٹہ کو دیکھیو کہ پھُندنے کیا زیب دے رہے ہیں۔ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

شمس فقیر کی حالت پر رحم کرو۔ وہ تو عشق کے انگاروں پر لوٹ رہا ہے،

پر اُسے رموہ ریشی کی زندگی بھی تو بخش دو

سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

شمس فقیر

غزل

زانہٕ وُنہٕ زان کرٕ پزانس گیانَس
زان بِلہٕ ناوٗ بھگوانس سیتی

پُوزا کرٕنۍ گئیہ منٛز کرم دانس
دھرمہٕ شاسترِنس بُت خانَس

کوٚر لَلہٕ اِکوٹہٕ آکاش پزانس
زان بِلہٕ ناوٗ بھگوانس سیتی

سوٚدہٕ بأی وَدہ ناہ کوٚرٕ پأنی پانس
دیور منٛگہ کیاہ دیوٗ روٗٹھس

لَلہٕ ترٛووو ژٕلہٕ نوٚٹ منٛز پوٚتلی خانَس
زان بِلہٕ ناوٗ بھگوانس سیتی

ژَھلہٕ گئیہ لَلہٕ مژ شہزاہ یار سرانس
پلہٕ تَمہٕ کوٚر زگہ تکہ تارہ ترَنس

غزل

اے گیانی پران اور گیان کی پہچان پیدا کر۔ یہی پہچان تو بھگوان کی پہچان ہے۔

جب للہ عارفہ دھرم شاستر کے بُت خانے اور کرم دان میں پُوجا کرنے گئی تو اُس نے خود اپنے پران کو سراپا آکاش بنا دیا

یہی پہچان بھگوان کی پہچان ہے۔

سہ بھائی نے خود اپنے اُوپر رویا اور اُسے محسوس ہونے لگا کہ پتھر ایک پتھر (کے بُت) سے کیا حاصل کر سکتا ہے۔

للہ نے تو بُت خانے کے بیچ میں پانی کا گھڑا توڑ ڈالا

یہی پہچان بھگوان کی پہچان ہے۔

للہ جو اچانک خُراہ یار کے گھاٹ پر نہانے گئی تو جگت کے دریا پر سے گذر جانے کے لئے اُس نے نفس شیطان کا سر کاٹ کے رکھ دیا۔

کلہ ثمہ ژۄٹے نفس شیطانس
زان ہلہ ناو بھگوانس سیتی

سبق تتہ راوِی تس عشق چھانس
راژہ دأنی ثمہ لز ویرانس

لِلہ اوس زلہ وٚتھ للہ وٚن پانس
زان ہلہ ناو بھگوانس سیتی

وپدیش کرِنہ گیہ ننِدرہ ایشانس
رِندو دوٚپ ہس عین عرفان

ژھیپہ ژھیپِر سس گندن شاہِ ہمدانس
زان ہلہ ناو بھگوانس سیتی

شمس فقیر نامی پرکانشھس
ژھائی وٚچھتہ ماچھے رٚوِ سرِیس

ژھانی اوبرٕ لاگنتھ کھوٚت آسمانس
زان ہلہ ناو بھگوانس سیتی



یہی پہچان بھگوان کی پہچان ہے

للہ نے جو ویرانے میں شاہی محل تعمیر کیا تو اُس کی یہ مہارت دیکھ کر

ناتجربہ کار بڑھئی حیران ہو گیا۔

للہ کو (اس کے لئے) تو پتھر بھی برداشت کرنا پڑا۔

یہی پہچان بھگوان کی پہچان ہے

نندہ ریشیؒ کو جو اُپدیش دیا

تو رِندوں نے اس اُپدیش کو عین عرفان تسلیم کر لیا۔

اور للہ نے شاہِ ہمدانؒ کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلی

یہی پہچان تو بھگوان کی پہچان ہے

شمس فقیر۔ اے مشہور فاضل! ذرا دیکھو کہ سُورج میں کوئی سایہ

نہیں ہے۔

یہ تو محض بادل کا سایہ ہے (جس کا خود کوئی وجود نہیں) جو آسمان

پر چھا جاتا ہے۔

یہی پہچان تو بھگوان کی پہچان ہے۔

اظہارِ تشکر

مجھے اِس کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں کچھ لوگوں سے بہت مدد ملی ہے۔ میں اُن تمام حضرات کا شکر گذار ہوں۔ جناب غلام محی الدین صاحب (شمس فقیر صاحبؒ کی دختر کے فرزند) موضع کرشی پورہ تحصیل بڈگام کا بیحد مشکور ہوں کہ اُنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے خاندانی حالات بہم پہنچائے۔ محمد وانی صاحب موضع آری گام تحصیل بڈگام اور اسد وانی صاحب موضع کرشی پورہ کا بھی بہت شکر گذار ہوں۔ خواجہ سونہ منو صاحب کاوجی محلہ امیرا کدل کا خاص طور پر شکر گذار ہوں۔ منو صاحب نے پچیس ۲۵ برس سے زائد عرصہ شمس فقیر صاحبؒ کی خدمت میں گُذارا ہے۔ آپ کی عُمر اِس وقت ایک سو دس ۱۱۰ سال ہے۔ آپ سے مجھے بہت مدد ملی۔ آخر میں اپنے قبلہ وکعبہ محترم والد بزرگوار خواجہ غلام محی الدین محلہ الشان صاحبؒ زینہ کدل کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی رہنمائی کے بغیر یہ کتاب مکمل نہیں ہو سکتی تھی۔

{شمس الدین احمد}